



# حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی

مختصر حیات

علمی و ادبی تبرکات	طبوغات
مولانا سید احمد رضا ندوی	

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)

تذکرہ شاہ عبدالغنی محدث دہلوی

92

ی

13374  
 10.014  
 12.02.07

# متذکرہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی



از

مولانا نسیم احمد فریدی

ناشر

الفروستان بک ڈپو ۱۱/۱۲/۱۱ نظیر آباد لکھنؤ



922-97

حقوق طبع محفوظ ہیں

مرد

سورج عمر

فروری ۱۹۹۲ء

پبلا ایدیشن

عبدالستار فتحپوری بارہ مکی  
نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ فیض آباد  
محمد حسان نعمانی

کتابت

طباعت

زیر اہتمام

قیمت

30/-

:- ناشر :-

الفتران بک ڈپو ۱۴/۳۱ انظر آباد لکھنؤ



# فہرست

۲۶	مسک	۵	عبدعزیز اشرف
۲۶	مرصع وفات اور وفات	۹	حالات
۲۹	مرار	۱۵	تہذیب
۳۰	تاریخ جامعہ وفات	۱۵	پیدائش
۳۲	ملفوظات	۱۵	تعلیم
	مکتوبات	۱۶	بیعت
	مکتوب شاہ عبد العزیز اپنے چچا شاہ اہل اللہ	۱۷	نکاح و اولاد
۱۲۸	کے نام۔ (ریزان عربی منظوم)	۱۷	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا
	مکتوب شاہ عبد العزیز بنام شاہ اہل اللہ	۱۸	ایک اہم یا آگاہی
۱۳۰	(کچھ حصہ)	۱۸	حضرت شاہ عبد العزیز کے تلامذہ
۱۳۱	مکتوب شاہ عبد العزیز بنام شاہ نور اللہ	۲۰	مولوی میر علی دہلوی مولوی جہون سہانپوری
۱۳۲	مکتوب شاہ عبد العزیز بنام شاہ نور اللہ پٹنہ	۲۱	تصانیف
۱۳۴	مکتوب شاہ عبد العزیز کسی عزیز کے نام	۲۳	حضرت شاہ عبد العزیز کی مجالس درس قرآن
۱۳۵	مکتوب شاہ عبد العزیز بعض افاضی کے نام	۲۵	آخری درس قرآن
		۲۶	علیہ مبارک



۱۵۸	جواب از جانب حضرت شاه عبدالعزیز	۱۳۱	مکتوب شاه عبدالعزیز بنام شاه نور اللہ
۱۶۷	ایک استغفار کا جواب		(شہر شاه عبدالعزیز)
۱۷۹	حضرت شاه صاحب کا عربی کلام	۱۳۲	مکتوب شاه اہل اللہ بنام شاه عبدالعزیز
	مکتوب صاحب بنام مولانا کفایت	۱۳۷	مکتوب شاه اہل اللہ بنام شاه نور اللہ
۱۸۳	مراد آبادی		مکتوب شاه عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ
۱۹۱	اختلاف مطالب	۱۳۸	بنام مولانا رشید الدین خاں دہلوی
	مکتوب گرامی بنام سید لیر جیدی	۱۳۹	من دشمنات قدوة الادبۃ الشیخ عبدالعزیز
۱۹۳	(دوبارہ امتیاز و اختصار مجملہ)	۱۵۳	من عبارات التیخ الاجمل فی تعریف الہلی
۱۹۶	کتاب متعلق چند ضروری باتیں	۱۵۶	ایک اسم مکتوب اور اس کا جواب



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## عرض ناشر

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے  
ادارۃ الفرقان کو دین و ملت کے مجددین و مصلحین کے مبارک تذکروں  
وصایا، و فیات، مکتوبات، اور ملفوظات پر شکل متعدد ایسی کتابیں شائع  
کرنے کی توفیق بخشی جس سے ہزار ہا ہزار بندوں کو راہ ہدایت نصیب  
ہوئی، اور جس نے ظلمت و غفلت کی راہوں سے نکال کر ان کو اپنے رحم و کریم  
پروردگار سے قریب تر کر دیا۔ رب کریم ہمیں اس عظیم نعمت پر شکر کی  
توفیق عطا فرمائے۔

پیش نظر کتاب ”سراج الہند“ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ  
کی سوانح حیات و حالات، ملفوظات و مکتوبات اور علمی و ادبی تہذیب کا  
کامیاب مجموعہ ہے جس کو سراپا مرقع تحقیق تابعہ روزگار حضرت  
مولانا مفتی نسیم احمد فریدی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عرق ریزی اور



دل سوزی کے ساتھ مرتب فرمایا تھا۔

قریباً دو سال پہلے حضرت مولانا فریدی مرحوم کی کچھ اہم تصانیف  
 ”قافلہ اہل دل“ (حضرت شاہ غلام علی مجددی اپنے ملفوظات و مکتوبات  
 کے آئینے میں) — تذکرہ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ و شاہ ابوالرضاؒ  
 دہلویؒ — تذکرہ شاہ ابوسعید حسنیؒ ”ادارۃ الفرقان“ سے شائع  
 ہوئی تھیں، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ مجموعہ بھی مقبول خاص و عام ہو اور  
 بندگانِ خدا کی ایمانی و روحانی ترقیات کا ذریعہ بنے۔

والسلام

محمد حسان نعمانی  
 ناظم ادارۃ الفرقان



حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

کے مختصر

حالات







تمہید  
 آج میرا قلم ایک ایسی شخصیت پر کچھ لکھنے کے لئے آمادہ ہے جس کا سکہ ظلم و  
 فضل چاروں انگ عالم میں چل رہا ہے جو سراپا مریع تحقیق اور محکم مخزن رموز و نکات  
 تھا جو اسلام کی حقانیت کی قدامت روشن دلیل تھا جس نے ایک طرف درس و تدریس  
 کا مشغلہ جاری رکھا اور دوسری طرف سلوک راہ عرفان میں طالبین کی رہنمائی کی۔  
 جس نے ایک طرف وعظ و افتاء کے ذریعے رشد و ہدایت کے دریا بہائے تو دوسری  
 طرف تصنیف و تالیف سے اسلام اور زمرہ اہل سنت و جماعت کی حمایت و  
 حفاظت کی جس نے ایک طرف مدرسہ کو چار چاند لگائے تو دوسری طرف خانقاہ کے  
 دروہام کو ذکر اللہ سے لبریز کر دیا جس نے اپنی روحانیت کی بے پناہ قوت و حمیت  
 اسلامی کی بے مثال طاقت کو بروئے کار لا کر حضرت سید احمد شہید حبیب الرحمن دل  
 مجاہد اور غازی تیار کیا جس نے ہندوستان میں اسلام و ایمان کے قیام و فروغ  
 کے لئے ایک جانب جماعت کی تشکیل کی اور اسلام و ایمان کی بقا و استقامت کی  
 خاطر مع رتھاء کے شہادت سے ہم آغوش ہو کر زندگی جاوید سے ہلکار ہوا اور جس کے



ایمان افروز نعروں کی آواز باز گشت آج بھی گنبد نیلیوں کے نیچے اقصائے ہند میں  
 سنی جا رہی ہے۔ وہ شخصیت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی  
 حقائق انگیز شخصیت ہے جو اپنے زمانے کے محدثین و مشائخ کا مرجع تھے جبکہ سلسلہ  
 تلامذہ و مستشرقین آفاق گیر ہے۔ جنھوں نے مسلسل حالات و مقامات اور باوجود سیاسی  
 انتشار اور نام سازگار حالات کے دہلی میں بیٹھ کر ہستیاں علوم و معارف دینیہ سے  
 تشنگان بادہ توحید و سنت کو سرشار و سیراب کیا جن کی ظاہری بیانی اگرچہ عالم  
 شباب ہی میں جا چکی تھی لیکن ان کے دل کی حیرت انگیز روشنی نے ہزاروں دلوں کو  
 روشن کر دیا۔ ہزاروں دل کے تابیناؤں کو افضل ایزدی چشم بصیرت سے بہرہ ور کیا۔  
 اس عظیم شخصیت کے حالات کے بارے میں کچھ سارے لکھے گئے ہیں مگر سب نامکمل ہیں۔  
 حالات عزیزی مولف رحیم بخش دہلوی جو کیا بگٹی جو کہیں دیکھنے کو نہ ملی تھی۔ ہذا ما بیری در پس  
 میں اس کا مطالعہ کیا، بڑی مایوسی ہوئی کہ اس میں سوانح کا حتیٰ ادا نہیں کیا گیا۔  
 حالانکہ سوانح نگار کے پاس پورے پورے حالات ہمہ پہونچانے کے اس وقت کافی  
 ذرائع موجود تھے، حیاتِ ولی کے آخر میں بھی انھیں رحم بخش صاحب نے حضرت شاہ  
 عبدالعزیز کا ذکر کیا ہے اس میں تھوڑے سے حالات لکھتے اور نظم و نشر کے چند  
 نمونے دکھانے کے بعد لکھتے ہیں۔

”اگرچہ اس وقت آپ کے خطوط کے بہت سے مسودات میرے زیر نظر ہیں۔ لیکن  
 میں نے حیاتِ ولی کے طول بکڑھانے کے خوف سے چند رقعات کا انتخاب کر کے آپ کے



سامنے پیش کیا ہے الام

خطوط کے جن مسودات کا ذکر رحیم بخش صاحب سرسری طور پر کر رہے ہیں  
کاش وہ تمام خطوط حیات عزیزی یا حیات ولی میں درج ہو جاتے تو کج حیات  
عزیزی کے بہت سے گوشے ہماری نظروں کے سامنے ہوتے۔

نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء میں بڑی متانت اور تھنڈانہ  
و موثر خانہ بالغ نظری کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر حال لکھا ہے اس کا  
ترجمہ مولانا ذوالفقار احمد بھوپالی مرحوم نے الرضیٰ لخطوط میں کر دیا ہے اور کچھ مزید  
حالات بھی آخر میں لکھے ہیں مگر ان دونوں کتابوں میں عمر عزیز کو نوے سال بتایا  
ہے۔ حالانکہ حضرت رحمۃ اللہ کی عمر اسی سال کی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ۱۱۵۹ھ  
میں پیدا ہونے والا انسان ۱۲۳۹ھ میں اسی سال کا ہو گا۔ اس قسم کی بہو قلم  
سے پیدا ہونیوالی غلطیاں اگرچہ معمولی ہوتی ہیں مگر تاریخ و سوانح کے طالب علم  
کو غلبان میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

قاوی شاہ عبد العزیزؒ مطبوعہ مجتہائی کے شروع میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ  
کی برائے نام سوانح عمری ہے۔ اس کے آخر میں ہے بعد حضرت مولانا ہر سہ برادران  
ایشان قائم مقام ایشاں شند و بدرس و تدریس مشغول گشتند الخ یعنی حضرت  
شاہ عبد العزیزؒ کے وصال کے بعد ان کے تینوں بھائی ان کے قائم مقام ہوئے۔  
اور آپ کی جگہ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ حالانکہ سب سے پہلے چھوٹے



بھائی شاہ عبدالغنی کا انتقال ہوا۔ پھر ۱۲۳۳ھ میں شاہ عبدالقادر دہلوی سے نصرت ہوئے اور ۱۲۳۳ھ میں شاہ رفیع الدین نے حضرت شاہ عبدالعزیز کے سامنے ان سے تقریباً چھ سال پہلے رحلت فرمائی۔ اسی صورت میں بھلا کس طرح یہیوں بھائی شاہ عبدالعزیز کے بعد قائم مقام ہو سکتے ہیں۔

دو ماہ کے قریب ہوئے کہ حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کے دیگر اکابر کے مزارات پر حاضری کا اتفاق ہوا۔ ہنگامہ ۱۲۳۴ھ میں اس قبرستان کے کتبے تک برباد ہو گئے تھے۔ بعض اہل خیر نے مسجد و احاطہ درگاہ شاہ ولی اللہ کی مرمت کا کام بڑے اہتمام سے کیا ہے۔ مزارات اکابر پر دوبارہ کتبے بھی نصب کرائے گئے ہیں مگر یہ دیکھ کر افسوس اور تعجب ہوا کہ مزار شاہ عبدالعزیز پر جو کتبہ ہے اس میں سن وفات موتے قلم سے ۱۲۳۶ھ لکھا ہوا ہے۔ اسکو بھی معمولی غلطی سمجھ دیجئے مگر میرے نزدیک بہت بڑی غلطی ہے۔ ہم اپنے بزرگوں کی حیات کے ہر سرور اور وفات و بعد وفات سے تاریخ کے بہت سے واقعات وابستہ رکھتے ہیں۔ اگر اس طرح بے توجہی سے کام لیا گیا اور اہل علم نے کوئی خبر نہ لی تو ہماری

لے ابوحنیفہ امام خاں نوشہروی نے اپنی کتاب تراجم علما سے حدیث میں ایک کچھ غلطی اور کیا ہے وہ یہ کہ حضرت شاہ عبدالغنی ابن حضرت شاہ ولی اللہ کو وہ حضرت مولانا ناتو قوی کا استاد بتاتے ہیں۔ انھیں شاید معلوم ہی نہیں کہ شاہ ابوسعید مجددی کے ایک صاحبزادے کا نام بھی شاہ عبدالغنی مجددی تھا اور وہی استاد قاسم العلوم تھے۔







جن کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا ایک مقولہ مشہور ہے کہ ”میرسی تقریر تو محمد اسماعیل نے لے لی اور تحریر رشید الدین نے“

اب سے تقریباً تیس سال پیشتر جب کہ میں دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پاتا تھا یہ بیاض دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس بیاض پر جمعیت الانصار کی مہرٹی ہوئی ہے غالباً حضرت مولانا جید الدینؒ نے اس کو کہیں سے حاصل کیا تھا، اس بیاض میں زیادہ تر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی ایسی نادرت تحریرات ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملیں۔ اس میں شاہ صاحبؒ کے مکتوبات بھی ہیں، فتاویٰ بھی ہیں، اور کلام نظم و نثر کے بہترین شاہ کار بھی۔ اس بیاض کا کچھ حصہ میں نے نقل کر لیا تھا اور یہ اطمینان تھا کہ جب بیاض رشیدی کا تعارف کرانا ہوگا اس کو دوبارہ دیکھ لوں گا۔ اب یا اوصد می سے زیادہ عرصہ گزرنے پر کثیر التعداد کتابوں کے ذخیرے میں اس بیاض کا پتہ نہیں چلتا۔ خدا کرے وہ کتب خانہ میں محفوظ ہو میں اپنے اس مقالے میں اپنے مقام پر اس بیاض ہی سے نقل کئے ہوئے علمی و ادبی نوئے پیش کروں گا۔ اسی بیاض کے تعارف کی خاطر شروع میں پتھرے سے مالات اور ملفوظات عزیزؒ بھی شامل کر دیئے ہیں۔

وصف گذشتہ کا بعد از حدیث کنجی کا ہر لفظ کے مصنف ہیں۔ ان میں الصلوٰۃ الغضریہ اور شوکت علیؒ کی حرکتہ الآراکتا ہیں  
 ہیں علامہ میں انتقال فرمایا۔ (تذکرہ حکماء نے ہندو نریت لکھا اور جلد ۱)



## پیدائش

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی <sup>۱۵۹۰ھ</sup> میں پیدا ہوئے غلام حلیم  
تاریخی نام ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی زوجہ اولیٰ سے ایک صاحبزادے  
شیخ محمد محدث تھے اور دوسری زوجہ سے چار صاحبزادے تھے جن میں سب سے بڑے  
شاہ عبدالعزیز تھے۔

## تعلیم

حفظ قرآن کے بعد آپ نے تعلیم زیادہ تر اپنے والد ماجد سے پائی اور کچھ تعلیم  
حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی اور حضرت شاہ نور اللہ بڈھانوی سے بھی حاصل کی۔  
مذہب اللہ ذات و ذکاوت غیر معمولی اور حافظہ بے نظیر عطا ہوا تھا۔ ۵ سال  
کی عمر میں اپنے والد کے سامنے ہی تمام علوم و فنون مروجہ سے فارغ ہو گئے تھے اور  
اسی زمانے سے پڑھانا شروع کر دیا تھا۔

## بیعت

اپنے والد ماجد سے تمام سلاسل میں بیعت ہوئے اور کھوڑے ہی عرصہ میں  
میدان سناک طے کر لیا، ۶ سال کے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا حضرت  
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تمام خلفاء کی موجودگی میں آپ ہی قائم مقام اور  
سچا، نشین بنائے گئے۔ اور اپنے چھوٹے بھائیوں مولانا شاہ رفیع الدین شاہ  
عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی کی تعلیم و تربیت کا کام آپ نے بحسن و خوبی انجام دیا۔



## نکاح و اولاد

آپ کا نکاح شاہ نور اللہ صدیقی بڑھانوی کی صاحبزادی سے ہوا۔ جن سے ایک صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں صاحبزادے کا نام احمد تھا جیسا کہ بیاض رشیدی کے ایک مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ سب سے بڑی صاحبزادی حضرت شاہ رفیع الدین کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد غنیمی کے عقد نکاح میں آئیں۔ دوسری صاحبزادی شیخ محمد افضل فاروقی سے منسوب ہوئیں جن کے دو صاحبزادے حضرت شاہ محمد اکبر اور شاہ محمد یعقوب تھے۔ اول الذکر ۱۱۹۷ھ میں اور ثانی الذکر ۱۲۰۳ھ میں پیدا ہوئے تیسری صاحبزادی حضرت مولانا محمد عبد الکی بڑھانوی کی زوجہ تھیں۔ مولانا عبد الکی شاہ نور اللہ کے پوتے اور شاہ عبد العزیز کی زوجہ محترمہ کے حقیقی بیٹے تھے غالباً ان تیسری صاحبزادی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ مولانا عبد الکی کی ایک دوسری زوجہ کے بطن سے مولانا عبد القیوم محدث بڑھانوی تم تھوپالی تھے۔ مولانا عبد القیوم محدث حضرت شاہ محمد اکبر محدث کے داماد تھے۔ مولانا عبد القیوم کی ایک صاحبزادی

۱۔ ابو جعفر امام خان نوشہرہ سی نے تراجم علماء سے حدیث جلد اول میں منقول ہے مولانا عبد القیوم

کو حضرت شاہ عبد العزیز کا نواسہ بتایا ہے چنانچہ ہے۔ اور منقول ہے کہ وہ بھوپال میں پیدا ہوئے وہ یہ

بھوپال ۱۲۰۳ھ میں فوت ہوئے۔ ۱۲۰۳ھ میں فوت ہوئے اور وہی وہی

ہوئے اور یہی ان کی خواہش تھی جیسا کہ ابراہیم اسلمیہ میں مولانا ذوالفقار احمد نے لکھا ہے۔



تھیں اور دو صاحبزادے مولانا محمد یوسف صاحب اور میاں محمد ابرہیم صاحب  
تھے۔ مولانا ذوالفقار احمد صاحب بھوپالی آرزو المصطفیٰ لکھتے ہیں کہ مولوی  
محمد یوسف مثل اپنے والد ماجد مرحوم کے درس حدیث میں مشغول رہتے ہیں نہایت  
صالح و متدین ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا  
ایک الہام یا آگاہی۔

نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحات النبلاء میں بحوالہ قول جلی رسوخ  
شاہ ولی اللہ مرتبہ شاہ محمد عاشق بکھلتی، لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ  
میں آگاہی دی گئی ہے کہ یہ لڑکے جو میں لطیف الہی سے عطا ہوئے ہیں سب  
سعید ہیں۔ ایک نوع کی ملکیت ان میں ظہور کرے گی۔ تدبیر غیب تقاضا کرتی  
ہے کہ دو شخص اور پیدا ہوں جو مکہ و مدینہ میں سا لہا اچھائے علوم دین کریں اور حجاز  
میں وطن اختیار کریں۔ ماں کی طرف سے ان کا نسب ہم تک پہنچے گا۔ آدمی زادہ  
ماں کی طرف میلان طبعی رکھتا ہے اس لئے اپنی ماں کے وطن کو چھوڑ کر کسی اور جگہ  
منتقل ہو۔ یہ بات بظاہر باطل شکل نظر آتی ہے مگر ہاں قسراً سے کسی سبب سے  
ایسی صورت پیدا ہو جائے تو دوسری بات ہے۔ اس مضمون کو تحریر کرنے کے بعد  
نواب صاحب فرماتے ہیں کہ ”مصدق اس آگاہی کا، وجود ہر دو نواسہ شاہ  
عبد العزیز دہلوی قدس سرہ کا ہے، یعنی مولانا محمد اسحاق دم ۱۲۶۱ھ اور مولانا محمد یعقوب



رم ۱۴۸۲ھ ہجرتِ مبارکہ اللہ تعالیٰ کہ دہلی سے دہشتہ میں ہجرت کر کے ان دونوں  
نے مکہ مکرمہ میں اقامت فرمائی اور سالہا اہل عرب و عجم میں روایتِ حدیث شریف کو  
زندہ کیا۔ لیکن اس وقت میں یہ خاندانِ علم و کمال تماماً ختم ہو گیا اور کوئی ان میں  
سے باقی نہ رہا یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید۔

ترجمہ از تحائف النبلاء، ص ۲۳ و ۲۴

### حضرت شاہ عبد العزیز کے تلامذہ

آپ کے اجازت یافتہ تلامذہ اور خلفاء و مریدین کا حلقہ یقیناً بہت وسیع  
ہوگا۔ تذکرہ علما و سہدائے ربانیہ الخواطر عمدۃ الصحائف مولفہ مولوی عبدالکریم حسینی  
قادری، سراج الخوارق مولفہ شاہ ابوالحسن احمد نوری مدہودی، تذکرۃ الکرام  
تاریخ امروہہ، تذکرہ مشاہیر کوری اور یمن دیگر تذکروں کی مدد سے حسبِ قیاس  
تلامذہ کی فہرست تیار کر سکا ہوں، یقیناً یہ بہت کم ہیں، مگر اس میں مشاہیر تلامذہ  
ایک حد تک سب آگئے ہیں۔ ان میں سے بہت سے وہ حضرات ہیں جن کی مستقل  
سوانحیں لکھی جاتی چاہئیں۔

(۱) دود (۲) دود (۳) ہر سہ برادرانِ گرامی قدر (۴) دود (۵) ہر دو نو اسے (۶)  
مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی برادرِ زادہ (۷) مولانا مخصوص اللہ ابن شاہ  
رفیع الدین دہلوی (۸) مولانا عبدالحی بدخانی (۹) شاہ غلام علی مجددی دہلوی  
(۱۰) شاہ ابوسعید مجددی رام پوری ثم دہلوی (۱۱) مولانا شاہ احمد سعید مجددی



ابن شاہ ابوسعید مجددیؒ (۱۲) مفتی الہی بخش کاندھلویؒ (۱۳) مولانا سید قطیب الدینی  
 حسنی ساکن رائے بریلی (۱۴) مولانا رکوت احمد رائے مجددی رامپوری (۱۵) مولانا  
 حسین احمد محدث طبع آبادیؒ (۱۶) مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی (۱۷) مولانا حیدر  
 علی رامپوریؒ (۱۸) مولانا حیدر علی فیض آبادی مؤلف ازالۃ الغین و ہستی الکلام  
 (۱۹) مولانا سید احمد علی بھپوریؒ (۲۰) مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی ترمکان پوری  
 (۲۱) مولانا شاہ الدین احمد بدایونی (۲۲) مولانا شاہ سید آل رسول برکاتی پٹنہری  
 (۲۳) اخوند حافظ عبد العزیز قادری دہلوی (۲۴) مولانا فضل حق خیر آبادیؒ  
 (۲۵) مولانا رشید الدین خان دہلوی (۲۶) مولانا کریم اللہ دہلوی (۲۷) مولانا محبوب  
 علی دہلوی (۲۸) مولانا سید محمد اکثم بن سید محمد عرفان رائے بریلی (حضرت سید احمد  
 شہید کے برادر بکلاں) (۲۹) مولانا عبد الخالق دہلوی (۳۰) مولانا غلام جلالی فوت  
 رامپوری (۳۱) مولانا کریم اللہ محدث دہلوی (دم ۱۲۵۲ھ) (۳۲) شیخ قمر الدین  
 حسینی سونی تہی (۳۳) مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی (۳۴) مولانا عسکرام  
 محی الدین بگونیؒ (۳۵) حافظ غلام علی چریاکوٹی (۳۶) مولانا محمد شکور گھلی شہری  
 (۳۷) مولانا سید جلال الدین برہان پوریؒ (۳۸) مولانا سید آل حسن قنوجی (نواب

لے تذکرہ ملا، ہند میں گھلے کو شہید میں ان کا انتقال ہوا اور جہاز میں انتقال ہوا لاکھوچ یہ ہے کہ شہید  
 میں شہر سورت کے اندر انتقال ہوا اور وہیں غول ہوئے جیسا کہ نرسہ انکھلر جلد نامہ برہنہ شہر سورت سے معلوم ہوتا ہے



صدیقی حسن خاں کے والد ماجد، (۱۳۹) شاہ حسن بخش چشتی امرہوی ابن حضرت شاہ  
عبدالباری صدیقی چشتی (۱۴۰) مولانا سید رمضان علی امرہوی (۱۴۱) مولانا نجابت  
حسین ساکن محلہ قاضی گولہ بانس بیڑی دیہ نام زبانہ روایت کی بناء پر درج کیا گیا  
ہے، (۱۴۲) شیخ فضل حق عرف غلام مینا سا حلوئی کا کوروی (۱۴۳) شیخ صدر الدین  
آزردہ (۱۴۴) مولانا شاہ ظہور الحق قادری پھلواروی (آپ نے مکاتبت حضرت شاہ  
عبدالعزیز سے اجازت حدیث حاصل کی کافی تزیینت انھوں نے  
مولوی ببر علی دہلوی و مولوی دھومن سہارنپوری۔

مؤلف تذکرہ علمائے ہند نے لکھا ہے کہ یہ دونوں حرف شناس بھی نہ تھے نہ اُمتی  
تھے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی صحبت میں رہتے تھے قوت حافظہ ایسی تھی کہ جو  
کچھ شاہ صاحب سے سنتے تھے لفظ بہ لفظ یاد رکھتے تھے حضرت شاہ صاحب کی زبان  
سے قرآن مجید کا وعظ بارہا سُن چکے تھے۔ اگر کوئی گستاخ کچھ فرمائیے، کہتے کہ قرآن کی  
کوئی آیت پڑھو اگر پڑھنے والا غلط پڑھتا تو صحیح کرتے اور اس کا ترجمہ کر کے تفصیل و  
تشریح کرتے تھے۔ مفتی امجد التالہ آبادی مرحوم فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے کہا اس زمانے  
میں مولوی ببر علی زندہ تھے ان کے اوصاف سکران کی ملاقات کا مشتاق ہوا، نماز جمعہ  
شاہجہانی جامع مسجد میں ادا کی، نماز کے بعد مجلس وعظ منعقد ہوئی بعض لوگوں نے  
کہا یہی مولوی ببر علی ہیں جو وعظ کہہ رہے ہیں میں نے نہایت توجہ سے ان کا وعظ  
سنا جتنا ان کے متعلق سنا تھا اس سے زیادہ ان کو پایا جب وعظ سے فارغ ہو گئے تو میں



جسے سلام و صلوات کیا اور ایک آیت کا مطلب دریافت کیا، انھوں نے بڑبڑاتا ہوا  
 مطلب بیان کیا اور میرے اشکال کو بھی دور کر دیا۔ صحیح صلیح تراویح کند  
 دہ شخص از ترجمہ تذکرہ علماء ہند، مرتبہ محمد الیو قادیانی  
 اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے فیضِ صحبت  
 سے خواص تو خواص عوام بھی کس قدر متاثر ہوئے تھے۔

### تصانیف

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تصنیفات و تالیفات میں جو کتب شائع ہو چکی  
 ہیں یا جو موجود اور مشہور ہیں ان کی فہرست زیرِ ہذا انخواطر اور حیاتِ دلی سے اخذ کر کے  
 پیش کرتا ہوں۔ ان کے علاوہ بھی نہ معلوم کتنا ذخیرہ تالیف اور ہو گا جو انقلاب  
 زمانہ اور غفلت سے تلف ہو گیا۔ ان کتابوں میں سے ہر ایک پر مفصل تبصرہ کیا  
 جاسکتا ہے۔ فی الحال فہرست اور اجمالی تعارف پر اکتفا کرتا ہوں۔

۱) آپ کی مشہور تالیف تفسیر فتح العزیز ہے جو کہ تفسیر عزیزی بھی کہلاتی ہے  
 اس تفسیر کو ایسے زمانے میں جبکہ مرضِ کا شدید غلبہ تھا املا لکھوایا۔ کئی جلدوں میں  
 لکھی۔ اس کا اکثر حصہ ہنگامہء مرض میں ضائع ہو گیا۔ اول و آخر کی صرف دو جلدیں  
 دستیاب ہوئیں جو شائع ہو چکی ہیں۔ اور ان کا اردو میں ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔

۲) تحفۃ الشاعریہ، علمِ کلام میں ایک زبردست علمی شاہکار ہے۔  
 فرقہ امامیہ کی پوری حقیقت اور ان کے اعتراضات کے مکمل جوابات ہیں۔ قرآن و



حدیث کے مطالب اور تاریخ و سیرت کے بہت سے گوشے اس کے مطالعے سے کھلتے ہیں۔ لفظ چراغ سے اس کی تصنیف کا سال ۱۳۰۴ھ نکلتا ہے۔ مولوی اسلمی بدراسٹی نے اس کا عربی میں بھی ترجمہ کر دیا تھا۔ خود حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک مجلس میں تحفہ اشاعہ شریعہ کا ذکر کرنے پر فرمایا کہ ایک شخص نے اس کتاب کے بارے میں لکھا تھا: "هَذَا الْكِتَابُ لَوْ يَبْدُو ذَهَبًا لَكَانَ الْبَارِئُ مُعْجَبًا" (یعنی یہ کتاب ایسی ہے کہ اگر اس کے برابر سونے لے کر اس کو فروخت کیا جائے تو بھی بیچنے والا خسارہ میں رہے گا۔)

(۳) بستان المحدثین۔ اس میں کتب احادیث کی فہرست ہے اور ان کے مدونین و جامعین کے شرح و بسط کی ساتھ مباحث میں بے نظیر کتاب ہے۔ اسکا اردو ترجمہ مولانا عبد السمیع صاحب دیوبندی مدرس دارالعلوم دیوبند نے کیا تھا۔

(۴) عجالہ النافذ۔ فارسی زبان میں اصول حدیث کی مختصر اور بڑا جامع و نافع رسالہ ہے اس کا بھی اردو میں ترجمہ ہو گیا ہے۔

(۵) میزان البلاغۃ۔ علم البلاغۃ میں ایک عمدہ متن ہے۔ اس کو خالی سب سے پہلے قاضی بشیر الدین صدیقی میرٹھی مرحوم نے مفتی عزیز الرحمن صاحب نقشبندی دیوبندی کے حاشیے کے ساتھ اپنے مطلع مجتہدانی میرٹھ میں شائع کیا۔

(۶) میزان الکلام۔ علم کلام میں ایک عمدہ متن ہے۔

(۷) سرابیل فی مسئلہ التفضیل۔ یہ رسالہ عمدہ بھی شائع ہوا ہے اور قادی جلد



روم میں شامل ہو کر بھی۔

(۸) عزیز الاقباس۔ خلفاء راشدین کے فضائل میں ہے۔

(۹) سرالشمادین۔ شہادت حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایک

مختصر رسالہ ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحب کی طرف اس کی نسبت میں بعض حضرات  
کو کلام ہے۔

(۱۰) رسالہ فی الانساب (۱۱) رسالہ فی الروایہ۔

(۱۲) حواشی جو منطق اور حکمت کی کئی کتابوں پر ہیں۔

(۱۳) فتاویٰ۔ یہ مطبع مجتہبیائی میں دو جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ انکا

اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ فتاویٰ کے ساتھ پانچ چھ رسائل بھی شائع ہوئے ہیں

جو بہت اہم ہیں۔

ان کتابوں کیساتھ ساتھ حاجی رفیع الدین فاروقی مراد آبادی کی کتاب اسلہ

واجوبہ کے جوابات کو بھی حضرت شاہ عبدالعزیز کی تالیف قرار دینا چاہیے۔ یہ

کتاب جہاں تک مجھے معلوم ہے کتب خانہ دارالعلوم ندوہ لکھنؤ، کتب خانہ مظاہر

علوم بہار پور، کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور کتب خانہ قاضی شہرہ پور

میں موجود ہے۔ حاجی رفیع الدین مراد آبادی اس کتاب کے دیباچے میں جو تحریر

فرماتے ہیں اس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔ اصل عبارت دیباچہ کتب خانہ دارالعلوم

ندوہ سے نقل کی گئی تھی۔



”حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک تفسیر تالیف کی ہے جس کا نام فتح العزیز ہے۔ ابھی اس کے مسودات بیاض کی منزل تک نہیں پہنچے ہیں لیکن تو اس میں تحقیقات بسیار اور لطائف بیشمار تحریر ہوئے ہیں مگر پانچ علوم پر خصوصیت سے بحث کی گئی ہے۔

(۱) سورتوں کے عنوانات اور اجمالاً ہر سورت کا مضمون۔

(۲) بعض آیات کا بعض کے ساتھ ربط۔

(۳) مشابہات القرآن۔

(۴) قصص و احکام قرآنی کے اسرار۔

(۵) لطائف نظم قرآن۔

مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں علوم کے نمونے جبرہ حبشہ فقیر محسن رفیع الدین مراد آبادی کو مکاتیب کی شکل میں روانہ فرمائے۔ ان کے بارے میں احقر نے جو سوالات کئے اُن کے جوابات بھی مکاتیب میں لکھے ہیں۔ ان سب کو ان اوراق میں جمع کر دیا۔ وَاللَّهُ وَبِی التَّوْفِیْقُ“

حضرت شاہ عبدالعزیز کی

مجالس درس قرآن

مشہور رسالہ ”تکلم“ حضرت مولانا حیدر علی فیض آبادی نے اپنی معترکہ الآراء کتاب ازالہ الغین کے مقالہ نمبر میں حضرت شاہ صاحب کی مجالس درس قرآن



کا آنکھوں دیکھا حال تحریر فرمایا ہے۔ ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔  
 ”علامہ دہلوی (حضرت شاہ عبد العزیز) روز جمعہ اور شنبہ کو مجلس غفایہ  
 مدرسے میں منعقد کرتے تھے مشتاقین وہاں جمع ہوتے تھے اور یہ وعظ کافی دیر تک  
 ہوتا تھا۔ علماء کرام تفسیر سیبوی، تفسیر نیشاپوری، کشاف اور دیگر تفاسیر مشکلہ  
 اپنے سامنے رکھتے تھے۔ اور سمجھ لیتے تھے کہ اس وقت فلاں اشکال کو فلاں تفسیر  
 میں سے حل فرمایا گیا ہے۔ میں نے بار بار دیکھا کہ جس شخص کے دل میں کسی قسم کا سترہن  
 یا شبہ آتا تھا آپ کی تقریر سے وہ شخص مطمئن ہو جاتا تھا۔ آپ کے فیض صحبت سے  
 اکثر غیر مسلم مسلمان ہو جاتے اور شک و تردد والے قوت اعتقاد حاصل کرتے تھے  
 — فقیر کا سفر دہلی، محض تحقیق مذہب کے سلسلے میں ہوا تھا جب اس بابرکت  
 صحبت میں التماس کے ساتھ رہا تو تمام شکوک و ادیان ختم ہو گئے۔“

آخری درس قرآن۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا آخری درس قرآن اَعْدِلُوا وَاَهْوِ  
 اقْرَبُ لِلشَّقَوٰی کی تفسیر تھا۔ یہاں سے حضرت شاہ عبد العزیز نے تفسیر شروع کی  
 اور ان کا آخری درس اَتَاكَ اللهُ اَنْفَاكَ کی تفسیر تھا۔ اس سے آگے  
 کو حضرت شاہ محمد اسحاقؒ نے سلسلہ جاری رکھا۔

(ماخوذ از نزہۃ الخواطر جلد ۱، بحوالہ مقالات الطریقہ)



صلیہ مبارکہ

حکیم سید عبدالحیٰ نزمیہ انخواطر میں تحریر فرماتے ہیں۔ آپ طویل القامت  
نحیف البدن، گندم گوں، کشادہ چشم اور زنی دار بھی والے تھے۔  
مسکات

علامہ ثواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاد النبلاء میں لکھا ہے کہ ان کا  
اشادہ عبد العزیز کا بہاندان علوم حدیث و فقہ حنفی کا ہے۔ خدمت اس علم شریف  
کی جیسی اس خاندان سے وجود میں آئی کیسی اس ملک میں اور کسی سے معلوم و مہود  
نہیں ہے۔ (الروض المصطفیٰ بحوالہ اتحاد)

مرض وفات اور وفات

نزمیہ انخواطر میں ہے کہ ۲۵ سال کی عمر سے آپ کو گونا گوں امراض لاحق ہو  
گئے تھے جس کی وجہ سے عیانی پر اثر پڑ گیا تھا۔ بنا بریں مدرسہ کا کام شاہ رفیع الدین  
اور شاہ عبد القادر کے سپرد کر دیا تھا، زیادہ تر یہی دونوں بھائی طلباء کو درس  
حدیث دیتے تھے۔ خود بھی درس حدیث دیتے تھے مگر کم۔ تصنیف و تالیف قوی  
و وعظ کا کام برابر جاری رہا۔ آپ کے مواعظ حقائق قرآن سے لبریز ہوتے تھے۔  
آخری عمر میں تو آپ اس قابل بھی نہ رہے تھے کہ مجلس میں ایک ساعت بیٹھ سکیں  
دونوں مدرسوں (قدیم و جدید) کے درمیان دو آدمیوں کے سہارے چلا کرتے  
تھے اور اس وقت میں چلتے چلتے بھی درس دیتے تھے اور رشد و ہدایت کی طرف



رہنمائی بھی اپنے کلمات طلیات کے ذریعے فرماتے جاتے تھے عصر اور مغرب کے درمیانی وقت میں اس سڑک تک دو آدمیوں کے سہارے تشریف لے جاتے تھے جو مدرسہ اور جامع مسجد دہلی کے درمیان میں ہے۔ لوگ اس وقت آپ کے قدم کے منتظر رہتے اور اپنے سوالات اور علمی اشکالات آپ کی خدمت میں پیش کر کے حل کرتے تھے۔ بھوک اتنی کم ہو گئی تھی کہ کئی کئی دن کے بعد غذا استعمال فرماتے تھے۔

بالآخر وہ زمانہ بھی قریب آ گیا جب کہ ہندوستان کا یہ آفتاب علم غروب ہونے والا ہے۔ مولوی سید احمد علی بجنوریؒ نے (یہ بجنور غالباً لکھنؤ کے قریب ایک قصبہ) حضرت شاہ صاحبؒ کے حالات ایک خط میں لکھے ہیں۔ الروح المظہور میں یہ خط درج ہے۔ میں اس خط کا ضروری حصہ یہاں نقل کرتا ہوں کہیں کہیں مفہوم باقی رکھتے ہوئے الفاظ میں تغیر کر دیا گیا ہے۔

”ماہِ رجب ۱۲۳۹ھ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ چار دن کے بعد آدھ پاؤں بلکہ اس سے بھی کم غذا استعمال کرتے تھے تمام رات بجا رہتا تھا اور آنحضرتؐ سوداویہ چڑھتے تھے، آخر رمضان میں طبیعت پہلے سے زیادہ ناساز ہوئی، چپٹا پنچا ۴ رمضان کو شام کے وقت غشی طاری ہو گئی۔ ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ تمام گھر میں ایک عجیب قیامت برپا ہو گئی۔ اس کی صبح کو عید تھی اور پیر کا دن تھا کچھ افادہ ہو گیا۔ موافق معمول کے، پھر دن چڑھے نماز عید ادا کی گئی کہ مسجد اکبر آبادی میں پھر



غشی طاری ہوئی۔ گھر آگئے۔ طبیعت بے مزہ رہی۔ منگل کا دن درس کا دن تھا یکمال بے طاقتی منبر پر کچھ آرام کر کے آیت **اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ** کی تفسیر پر اکتفا کیا، پھر کچھ دن باقی رہا تھا کہ فقیر کو طلب فرما کر وصیت نامہ لکھوایا جس میں فرش اور ذاتی کتب خاص کو مولانا محمد اسحاق کے نام سپرد کیا۔ اسکے علاوہ اور بھی امور تھے۔ فقیر کی ہر اس پرشہت کرائی اور مولانا رشید الدین خاں وغیرہ کو طلب کر کے ان کی ہر س بھی ثبت کرائیں۔ اس دن حال بہت متغیر تھا۔ مغرب سے پہلے پہلے اجازت نامہ احادیث اپنی ہر خاص سے مزین فرما کر اس فقیر کو عنایت فرمایا۔ اب طعام بالکلیہ موقوف ہوا۔ بدھ کا دن آیا۔ اطباء نے جمع ہو کر ایک نسخہ تجویز کیا، اس کو استعمال کیا۔ پھر دن چڑھے مناساز اشراق ادا کی۔ بعدہ اجابت ہوئی۔ دوا بعدہ نکلی معلوم ہوا کہ قوت ماسکڑائل ہو گئی ہے۔ بدھ کے دن شام کو بہت لوگ مرید ہوئے۔ جمعرات کے دن حالت اور متغیر ہو گئی، جمعہ کے دن چاہا کہ مغفول کے مطابق مدرسہ میں آئیں۔ نہ آ سکے۔ درس موقوف ہوا۔ مگر زیارت سب کو میر ہوئی۔ شام کے وقت تفسیر دارکٹ اور تفسیر رحمانی سنی۔ بعدہ کچھ نقدی برادر زادوں اور ذوی الارحام حاضر و غائب پر تقسیم فرمائی۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ شبہ کے دن سکوت طاری ہوا اور نبض مختل ہو گئی، مگر ناز و سنجگانہ اشارے سے پڑھتے تھے۔ دوپہر کو قرآن مجید طلب فرما کر مولانا محمد اسحاق صاحب سے سورہ ق ایک رکوع تک سنی۔ بعدہ فرمایا



کہ قالت الانحراب انما سے ابتدا ورس کی ہوگی۔ پھر جو بعد مغرب غلام حسین نامی ایک صاحب مرید ہوئے۔ نماز عشا کی پڑھی۔ چار گھڑی رات باقی رہی تھی کہ اضطراب لاحق ہوا۔ دوپٹھے دائیں اور بائیں جھلے جا رہے تھے۔ آرام کسی صورت نہ تھا۔ یہ حالات حادث کے سوائے تہبند کے باقی تمام کپڑے بدن سے اُتار ڈالے تھے بعد نماز فجر، شوال کو اتوار کے دن داعی اہل کولبیک کہا اور اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَاَقْدًا اَیْمًا رَّجَحُوْنَ تہم شہر علی پر ایسی حالت واقع ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔

کمالات عزیز می میں بھی آپ کے آخری وقت کے کچھ حالات نواب مبارک علی شاہ میرٹھی نمبر۶ نواب خیر اندیش شاہ مرحوم نے لکھے ہیں، اس میں ہے کہ آخری وعظ کے دن آپ نے مشہور مصرع، من نیز حاضر میثوم تصویر جانان در بغل کو تصرف کر کے یوں پڑھا۔ من نیز حاضر میثوم تفسیر قرآن در بغل، اپنے وصیت فرمائی تھی کہ میرا کفن اسی کپڑے کا ہو جو میں پہنتا ہوں۔ آپ کو کڑا آدھوتر کا اور پانچا مہ گارٹھے کا ہوتا تھا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ نماز جنازہ شہر کے باہر ہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کمالات عزیز می میں ہے کہ آپ کے جنازہ کی نماز چپ مرتبہ ہوئی۔

مزار۔

پنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پہلو میں ہندو لوں



میں دفن ہوئے۔

تاریخ ہائے وفات۔

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی راپوریؒ نے حسب ذیل تاریخ نکھی

شاہ عبدالعزیز فخر چہاں	عالمِ عالم آیتِ سراں
صبح یک شنبہ، مہینہ شوال	از بدن گشتہ روح او پراں
سن ہجری چوبستم از بافت	گفت اے نکتہ سنج قاعدہ داں
سالِ خوش ز ہر عدد و پیداست	از احدثا الوقت زیں عتواں
خواہی از ہر عدد و کتہ تاریخش	اولاچار چند کن پس ازاں
یک ہفتاد و ضرب کن در وہ	پس بکن طرح بست بست اے جاں
در صد و بست چار باقی را	ضرب فرما تو اے فہیم زماں
پس بقصاں یک عدد و ریاب	فوت اں منہ خبر زمین و زماں

حکیم مومن خاں مومن دہلوی مرحوم نے حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھا۔  
انتخاب نسخہ دین مولوی عبد العزیز بے حدیل و بے نظیر بے مثال و بے مثل

یعنی ایک سے لے کر ہزار تک کسی عدد سے بھی اس طرح تاریخ شماری جاسکتی ہے کہ لے ہوئے عدد کو چار گنا کر دیکھ  
ایک کو اڑھائی کر دیکھ دس میں ضرب دیکھ بیس سے تقسیم کر دیکھ باقی رہے اس کو ۱۳۳ سے ضرب دیکھ حاصل ضرب  
یہاں سے ایک کو کم کر دیکھ ۲۳۹ سے برآء ہوگا۔



جانب ملک عجم تشریف فرما کیوں ہوئے  
 ہے ستم اے چرخ تو کس کو یہاں سے لے گیا  
 جب اٹھالی فحش اک عالم تروبا لہوا  
 کیا کس و ناکست تھا صدمہ کیا جس وقت فن  
 مجلس درو آفرین تعزیت میں بھی تھا  
 دست بیدا و اہل سے بے سرو پا ہو گئے  
 اٹھی اٹھا کیا کہیں مردوں کے ایاں میں غفل  
 کیا کیا یہ ظلم تو نے بسکیوں پر اے اہل  
 لٹا اٹھا خاک پر ہر قدسی گردوں میں  
 ڈالتا تھا خاک سر پر ہر عزیز و مبتذل  
 جب پڑھی تاریخ مومن نے یہ اگر بے بدل  
 فقہ و دیں فضل و شہر اعلیٰ و کرم علم و غفل

ق د ی م ن ع ر ل م  
 ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

۱۲۳۵ھ

آثار الصنادید میں یہ قطعہ تاریخ ہے۔

شاہ عبدالعزیز قمرین  
 دریاں بہشت ساخت دھن  
 مثل بدینیر درمہ فن  
 رضی اللہ عنہ گفت حسن

۱۲۰۱

۳۸

۱۲۳۹ھ

جمہ اللہ، ناطق و گویا  
 روز شنبہ و ہفتیم شوال  
 مہر نصف النہار در عرفاں  
 از سر اعلیٰ و علم تاریخش

۱۲۰۱

۳۸

۱۲۳۹ھ

کتب خانہ دارالعلوم ندوہ لکھنؤ کے ایک قلمی نسخے سے حسب ذیل تاریخ ملی۔  
 دیہاں چند اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے۔ شاعر کا پتہ ذیل سکا،



جناب اقدس عبد العزیز زوالا قدر  
 قیہ بے بدل و عالم قدیم المثل  
 مدبر بے کر باقلیم دانش و حکمت  
 امام جلد و بیان بخت و فصیح  
 معین اہل روح مقدس و دیندار  
 مطلق و مرشد شاہ جہاں اولادش  
 مجسم از خرد خردہ کار تار بخشش  
 کہ بود محور رضا کے خدا کے بے ہمتا  
 ولی کابل و استاد و مرشد و انا  
 جزا و نود کے راجل و سر تاپا  
 قوام جلد ادیبان و موجب دانشا  
 ظہیر شرع پسندان صاحب تقویٰ  
 ملاذ و مرجع میرد و زیر و شاہ و گدا  
 ہزار نالہ کشید و بسر زد و گفتا

پس از وضو و طہارت نویں این مصراع

ہفت زیر زمین مہر دین و ماہ ہدیٰ

۱۲۳۹ھ



ملفوظات



toobaa-elibrary.blogspot.com



حضرت شاہ عبد العزیز کے ملفوظات کا ایک مجموعہ ۱۳۱۳ھ میں قاضی بشیر الدین صاحب صدیقی میرٹھی مرحوم نے بطبع مجتبائی میرٹھ سے طبع کرایا تھا۔ اس کا پہلا ترجمہ مولوی عظمت الدین میرٹھی نے کیا جو بطبع ہاشمی میں طبع ہوا۔ اس ترجمہ کے مطالعہ کا موقع مجھے نہیں ملا۔ قاضی صاحب نے ملفوظات کے شروع میں بطور پیش لفظ اس نسخے کے متعلق جو کچھ فارسی زبان میں ارقام فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

کسریٰ بشیر الدین صدیقی ناظرین کی خدمت میں عرض پر دان ہے کہ گھجکھٹا بلی کے زمانے سے حصول ملفوظات اور اراکرام کا شوق تھا خصوصاً حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور دیگر ان اکابر ملت کی تصانیف جمع کرنے اور پڑھنے کا ذوق تھا جن سے اس قلیل البصاعت کو اور اس کے بزرگوں کو ارادت و تلمذ کا تعلق ہے میں اسی جستجو میں رہتا تھا کہ جس طرح ہو سکے ان تصانیف کو حاصل کروں جہاں کہیں پتہ چلتا تھا بسعی کثیر اور بصرف زحمت و زحمتیں ان بے بہا موتیوں کو دستیاب کرتا تھا۔ اس طرح میں نے اس سلسلے کی بہت سی کتابیں اور رسائل جمع کئے جن کو

حسب ضرورت وقتاً فوقتاً شائع کرنے کا قصد ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ مدتِ مدید سے دل کی یہ آرزو بھی تھی کہ اگر حضرت شاہ عبدالعزیز کے کسی مرید یا شاگرد نے ملفوظاتِ جمع کئے ہوں تو وہ بھی حاصل ہو جائیں۔ الحمد للہ جو زندہ یا بندہ کے بموجب آرزوئے دل برآئی، یعنی نسخہ ملفوظاتِ طیبات بہم پہنچ گیا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ کتاب کی بوسیدگی اور کرم خوردگی کے باعث جامع ملفوظات کا نام دریافت نہ ہو سکا، البتہ بعد مطالعہ اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ ان ملفوظات کا جامع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی بہت ہی خاص مرید ہے۔ اپنے طبیعت کے تعاضے اور بعض اخوانِ واجبات کے اصرار کی بنا پر میں نے اس کو ہر بے بہا کو مخفی رکھنا مناسب نہ سمجھا اور اس کو طبع کرانے کے لئے کمرِ محبت باندھ لی۔ مجھے اس کتاب کی طبیعت میں کافی محنت کرنا پڑی ہے۔ دریدگی اور بوسیدگی کی وجہ سے اس کتاب میں جو کلمات پڑھے نہ جاسکے اور جن میں اپنی سمجھ اور رائے سے جوڑ لگانا مناسب تھا ان مقامات کو مجبوراً اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے، علاوہ بریں کچھ اغلاط کا کرنا ان مطبع کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ ان کو آخر کتاب میں قلم نامہ کے عنوان سے لگا دیا گیا ہے۔

میں نے اسے تقریباً تیس سال پہلے قاضی صاحب مرحوم سے میرٹھ جا کر

حضرت کے پاس جو مطلوب نسخہ ہے اس کے آخر میں قلم نامہ درج نہیں ہے۔



معلوم کیا تھا کہ ان کو اصل نسخہ کہاں سے دستیاب ہوا؟۔ یاد پڑتا ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا کہ مستحضر اسے مجھے یہ نسخہ ملا تھا۔ معلوم نہیں کہ ان کے صاحبزادے کوئی قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی کے پاس اب بھی وہ اصل نسخہ محفوظ ہے یا نہیں؟۔ جو امیر مزیم اٹاؤہ میں رجوڈاکٹر بشیر الدین احمد مرحوم کا جمع کردہ ذخیرہ کتب ہے اور اب کچھ عرصے سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی آزاد لائبریری میں شامل ہو گیا ہے، ملفوظات شاہ عبدالعزیزؒ کا ایک قلمی نسخہ ہے۔ مولانا ابراہیم فاروقی گوپاموی ایم اے علیگٹ نے اس نسخے پر تبصرہ کرتے ہوئے جو امیر زواہر میں تحریر کیا ہے۔

”یہ ملفوظات سوال و جواب کی شکل میں ہیں جن میں مسائل تصوف و سلوک مسائل فقہ، تفسیر و حدیث اور بعض واقعات تاریخی کا پُر از معلومات درس ہے، کتاب قابل مطالعہ ہے۔ کتابت بخط معمولی نستعلیق ہے لیکن کاتب کا نہ صرف خیال و خط بہت معمولی ہے جس سے عربی عبارتیں غلط ہو گئی ہیں بلکہ..... کافی خراب ہے۔ جس کی وجہ سے بعض الفاظ مشکل سے پڑھ جاتے ہیں“ ص ۹۶

مجھے علی گڑھ میں اس نسخے کو مطالعہ کرنے کا کئی مرتبہ اتفاق ہوا ہے۔

۲۹ جمادی الثانیہ ۱۳۹۲ھ میں بدست محمد عطا علی یہ مخطوطہ تیار ہوا ہے۔ میں نے ایک مرتبہ مطبوعہ نسخے کا اس قلمی نسخے سے مقابلہ بھی کیا۔ دو تین دن کئی گھنٹے صرف کر کے، چونکہ ان کتاب کا مقابلہ کر چکا ہوں۔ اتنے ہی جیسے میں درجنوں



غلطیاں مطبوعہ نسخے میں نکلیں۔ بعض جگہ مطبوعہ نسخے میں الفاظ صحیح ہیں مخطوط  
میں غلط ہیں۔ اس سے اندازہ ہوا کہ قاضی بشیر الدین صدیقی میرٹھی مرحوم کا نسخہ  
اس نسخے کی نقل نہیں ہے۔

ملفوظات کا دوسرا ترجمہ ڈاکٹر معین الحق ایم اے پی ایچ ڈی کی تحریک سے  
کراچی میں شائع ہوا۔ دو فصل ترجموں نے اس کام کو انجام دیا، ڈاکٹر صاحب  
نے اس کا پیش لفظ لکھا، جس میں میرٹھ والے ترجمے کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ اس  
میں ترجمے کی بی شمار غلطیاں ہیں اور اکثر عبارتیں کی عبارتیں ترجمے سے چھوٹ  
گئی ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ یہ دوسرا ترجمہ، کتاب، طباعت اور کاغذ کے لحاظ  
سے دیدہ زیب ہے۔ مقدمہ بھی مبسوط و مفصل لکھا گیا ہے۔ مگر اس میں بھی ترجمے  
کے اخلاط کثرت سے موجود ہیں۔ میرے سامنے اگر پہلا ترجمہ بھی ہوتا تو مجھے اس لمکا  
پتہ چلانا آسان ہوتا کہ دوسرے ترجمے میں کن کن غلطیوں کا ازالہ اور کن کن غلطیوں  
کا اضافہ ہوا ہے۔ کراچی والے ترجمے میں بہت سی ایسی اخلاط ہیں کہ بے اختیار  
ہنسی آنے لگتی ہے، مطبوعہ فارسی نسخے میں یقیناً بہت سی غلطیاں ہیں، لیکن جو  
عبارت پڑھی جاسکتی ہے اور غور کرنے سے جس کا مطلب نکل سکتا ہے اس کا سرسری  
طور پر بغیر سوچے سمجھے ایک گول مول تولیدی آمیز ترجمہ کر دینا شان ترجمانی کے  
مناسب نہیں۔ نسخہ ملفوظات اور اس کے ترجمے پر مستقل طور پر ایک مضمون لکھنے



کا ارادہ ہے۔ فی الحال دونوں مشے تونہ از خوارے پیش کئے جاتے ہیں  
 محفوظات مطبوعہ میں ہے۔۔۔۔۔ خسرندہ کہ شاگرد و خلیفہ والدہم بودا  
 اس عبارت کا ترجمہ سیدھا سادہ یہ ہے کہ بندے کے یعنی میرے خسر جو کہ  
 میرے والد کے شاگرد و خلیفہ تھے۔۔۔۔۔ اب ذرا کراچی والے ترجمہ کو ملاحظہ فرمائیے  
 ایک شخص خیزندہ ؟ (سوالیہ علامت ترجمے میں لگی ہوئی ہے) کہ میرے والد کا خلیفہ  
 اور شاگرد تھا الخ۔ دوسری جگہ اس سے بھی زیادہ دلچسپ ترجمہ ہے۔  
 محفوظات میں ہے ارشاد فرما کر الخ والد صاحب حافظ ندیدہ ام مگر شینہ (ام)  
 چنانچہ شخصی کو ذکر اور بخاری جا بجا آدہ۔۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ اس کا ترجمہ یہ ہوا  
 کہ میں نے والد صاحب کی مثل کسی کا حافظہ نہیں دیکھا، مگر ہاں سنا ہے چنانچہ  
 شبی کا حافظہ جن کا ذکر بخاری میں جا بجا آتا ہے۔ الخ۔  
 اب کراچی کے ترجمے کو پڑھیے۔۔۔۔۔ میں نے اپنے والد ماجد کے برابر  
 کسی کا حافظہ نہیں دیکھا مگر ایک شیعہ کا حال سنا ہے بخاری میں اس کا ذکر جا بجا  
 مذکور ہے۔۔۔۔۔

۱۔ قاضی ابوالدین میر تقی مرحوم نے حالات شاہ عبدالعزیزؒ میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں محفوظات کا بھی کچھ  
 ذکر شامل کیا گیا ہے۔ اس محفوظ کا یہاں بھی یہی ترجمہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میر تقی والے ترجمہ سے مستقل ہو کر یہ  
 ظاہر کراچی پہنچی اور وہاں کے خاں مترجموں نے بھی اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کی۔



کتنا مزید ارتزاج ہے، دھوکا کہاں سے لگا، شعبی کو شیعی پڑھنے اور سمجھنے سے — اتفاق سے مطبوعہ نسخے میں اس لفظ پر شوٹے اور نقطے بھی اس انداز سے لگ گئے ہیں کہ سرسری ترجمہ کرنے والے کا امتحان ہو جائے — میں کہتا ہوں کہ یہ کیا ضرورت تھا کہ تمام ملفوظات کا ترجمہ کر دیا جائے ملفوظات کی تحفیس نحو کے سمجھ میں آنے والی عبارات کا ترجمہ کر دیا جاتا۔ کافی تھا

اصل ملفوظات کے متعلق اتنا لکھنا ضروری ہے کہ اس کے جامع نے جنکا نام اور جن کی علمی حیثیت معلوم نہیں چند ایسی باتیں بھی ملفوظات کے مجموعے میں شامل کر دی ہیں جن کو شاہ صاحب نے اپنے بے تکلف اجاب کے سامنے بعض ہی بس میں بیان فرمایا تھا۔ ان کو جامع صاحب شامل مجموعہ نہ کرتے تو اچھا تھا یہ کیا ضروری ہے کہ ایک بزرگ کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات کو نقل کر دیا جائے۔ بزرگوں کے بعض ملفوظات میں تفرّد کی شان بھی ہوتی ہے۔ اس نسخے میں بھی بعض ملفوظات تفرّد کی شان لئے ہوئے ہیں۔ بعض ارشادات محققانہ ہیں مگر ہر ایک کے سمجھنے کے نہیں۔ کم علمی اور کم فہمی کی بنا پر بعض اشخاص اس سے گھبن میں پڑ سکتے ہیں۔ بعض باتیں ایسی ہیں کہ جن کی حیثیت فتوے کی نہیں ہے۔ سبیل تذکرہ یوں ہی بیان فرمادی گئی ہیں، پھر زمانے اور ماحول کے محرکات و موثرات کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ جذبہ اصلاح کے باوجود بعض بزرگ خود بھی غیر محسوس طریقے پر کچھ نہ کچھ ان محرکات سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ بعض باتوں کو



معلوم ہوتا ہے کہ جامع صاحب خود نہیں سمجھے۔ یہ بعد کو محفوظ لکھا ہے۔ پوری بات یاد نہیں رہی یا پوری بات یاد ہے لیکن فی الحال اپنے مسودے میں اشارہ کر دیا ہے اور ارادہ یہ ہے کہ اس بات کو بعد میں وضاحت سے لکھوں گا۔ بعض جگہ پڑھنے والے کو شبہ ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے بات اس طرح شک کے ساتھ فرمائی ہوگی، مگر وہ شک جامع کا ہے شاہ صاحب کا نہیں، مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ کی تاریخ وفات حضرت شاہ عبدالعزیز نے ۲۹ محرم الحرام بیان فرمائی، جامع صاحب نے اس تاریخ کو بعد میں لکھا ہے اور ۲۹ محرم لکھنے کے بعد یہ بھی لکھ دیا کہ ۱۲ محرم کو یعنی حضرت شاہ ولی اللہ کی وفات ۲۹ کو ہوئی، یا ۱۲ کو۔ ظاہر ہے کہ اپنے والد ماجد کی تاریخ وفات حضرت شاہ عبدالعزیز کا حافظہ کیسے فراموش کر دیتا۔ یہ ایک عظیم جاں گداز سا خد تھا اس کی تاریخ اس طرح شک کے ساتھ شاہ صاحب بیان نہیں کر سکتے تھے۔ لامحالہ جامع صاحب کو شک ہوا کہ یہ تاریخ فرمائی تھی یا یہ، اور بعد کو معلوم کیا نہیں، غرض کہ کچھ جامع نے کچھ کاتب نے کچھ ترجمین نے مل ملا کر ایسی کیفیت پیدا کر دی کہ بعض اہل علم حضرات کو محفوظات شاہ عبدالعزیز کے کل یا جز کے اسحاقی یا مصنوعی ہونے کا شبہ ہونے لگا۔ میں نے ان محفوظات پر کافی غور کیا ہے، میں اس کے تمام مندرجات کو صحیح سمجھتا ہوں بس بات یہی ہے کہ جامع سے لے کر مترجم تک کے تصرفات سے بعض محفوظات کا نقشہ تبدیل ہو گیا ہے جس سے ایک ذہین و ذکی ناظر سخت الجھن محسوس کرتا ہے۔



مجموعی حیثیت سے یہ ملفوظات بہت دلچسپ اور بہت سی معلومات کے حامل ہیں۔ جامع نے اپنا نام اگرچہ نہیں بتایا لیکن کچھ محنت کرنے کے بعد انکے ویساچے کی روشنی میں اتنا معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس جگہ کے یا کم از کم کس علاقے اور خاندان کے شخص تھے۔

جامع ملفوظات نے شروع میں لکھا ہے کہ میں بتاریخ ۱۳ رجب ۱۲۳۳ھ بروز شنبہ دوسری مرتبہ حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اجابؒ اعزاء کا سلام پہنچایا حضرت نے بعد استفسار خیر و عافیت جسمانی و روحانی و اہلی و مالی میرے مشاغل کو معلوم فرمایا اسی دن میں نے ملفوظات لکھنے کی اجازت حاصل کی، پھر عارضی سکونت کے لئے ایک مکان دغا بھا کر اسے پرہیزگار بنوایا۔ بعد ۱۳ رجب ۱۲۳۳ھ، یوم جمعہ سے ملفوظات کا سلسلہ شروع کر دیا۔

داخلی قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ شوال ۱۲۳۳ھ تک کام جاری رہا اور تقریباً تین ماہ کے ملفوظات جمع کر لئے گئے ہیں۔ اس لئے ۱۳ شوال ۱۲۳۳ھ کو حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ کا وصال ہوا ہے۔ اس مجموعہ ملفوظات کے آخر میں ان کے مرض اور وفات سے متعلق بھی چند واقعات ہیں، اور پھر چند ورق کے بعد ملفوظات ختم ہو جاتے ہیں۔

ان ملفوظات میں علاوہ مجلس خاص کے چل قدمی کے وقت کی گفتگو بھی



کہیں کہیں قلم بند ہوئی ہے۔ ان میں حدیث و تفسیر کے کچھ پہلو مسائل فقہ،  
 روزِ طہریت، ادبی نکات، اپنی اور اپنے والد ماجد نیز دیگر بعض مشاہیر کی غزلیں  
 موقع و محل کی ایسات اور معلومات عامہ کا ذخیرہ اپنے حافظہ کی مدد سے پیش فرمایا  
 گیا ہے۔ سنجیدگی کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں ایسی ظرافت بھی جھلک رہی ہے کہ  
 گلستانِ سعدی کے باتِ خم و ششم کا مزہ آجائے۔ ان موقوفات کو پڑھ کر اندازہ  
 ہوتا ہے کہ ۴۰، ۵۰ سال کی عمر میں جب کہ گونا گوں امراض لاحق ہیں، بصارت  
 کبھی کی جا چکی ہے ضعف بڑھ رہا ہے لیکن حافظہ شباب پر ہے طبیعت جوان ہو  
 اور دل زندہ ہے۔ وہ شاہ عبدالعزیز جن کا دل مدت سے مسلمانوں کے انتشار و  
 مسلم حکومت کے زوال نیز غلط طاقتوں کے غلبہ و اقتدار کی وجہ سے غمگین ہے  
 اور جو عالم شباب میں اپنے چچا کو خطوط تحریر فرماتے تھے تو صفحہ قرطاس پر ان کلموں  
 وروں نمایاں ہو جاتا تھا۔ عالمِ پیری میں ان کا ضبطِ غم کمال کو پہنچ گیا ہے اور  
 وہ اپنی مجلس کے اندر "خندہ بلب" اور "آتش پارہ دل" نظر آتے ہیں بہر حال  
 اب میں موقوفات کی تلخیص پیش کرتا ہوں۔

فرمایا کہ باعتبار سورۃ، آخری سورۃ اذاجاء ہے جس کو سورۃ  
 نصرہ سورہ فتح بھی کہتے ہیں۔ اس سورۃ میں معنا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے وصال کی خبر ہے یعنی جب ہر طرح کی نصرت ہماری طرف سے آپ کو پہنچ  
 گئی اور مقصدِ بعثت انجام پا گیا تو اب ہمارے پاس آجائے۔



منہ پایا۔۔۔ کہ مقصدِ چشتیاں، قوتِ عشقِ کابر و عے کار لانا اور اُبھارنا ہے، اس کے لئے جو امور، محمّد و معادون ہوں ان کو اختیار کرتے ہیں۔ جیسے ذکرِ ہر وغیرہ اور اس کے لئے جو چیزیں مضر ہیں ان سے اجتناب کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب عشقِ حاصل ہو گا تو حضور و انگسار وغیرہ سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔۔۔ مقصودِ نقشبندیاں۔۔۔ احضارِ نقشبِ ولدِ ارا اور صحیح خیال ہے لہذا جو چیزیں اس کے لئے معادون ہیں ان کو اختیار کرتے ہیں اور جو مضر ہیں ان سے پرہیز کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ "استقرارِ حضور" سے فنا و بقا اور عشقِ سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔ مقصودِ قادریاں۔۔۔ تفصیلِ رقیلِ کرنا اور انگسارِ نفس ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب دل صاف ہو گیا تو اس کے مقابل میں جو کچھ ہے وہ جلوہ گر ہو جائے گا۔

سید احمد (شہیدِ رائے بریلوی) جو کہ بزرگ زادہ ساداتِ قطبی ہیں، اور حضرت شاہ صاحبؒ کے مرید و خلیفہ ہیں جن کے بارے میں حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت سید آدم بنوریؒ کی نسبت، "باستقرارِ نام"۔ اللہ تعالیٰ نے۔۔۔ ان کو عطا فرمائی ہے اور بہت سے لوگ دہلی میں ان کی روحانیت سے مستفیض ہوئے ہیں۔ انھوں نے حضرت شاہ صاحبؒ سے دریافت کیا کہ حفظِ اللہ کیا معنی رکھتا ہے؟ جو ابا ارشاد فرمایا کہ مشکل کے دن میں نے قتلِ ہو اللہ کی تفسیر میں کہا تھا کہ اللہ ایسی ذات کا نام ہے جو ہر جمعِ صفاتِ کمال پر اور





نہ اٹھاؤ، پھر فرمایا حدیث میں اس عمل کو شعبہ ایمان اور موجب ثواب فرمایا گیا ہے۔  
 رات کے وقت چھل قدمی فرما رہے تھے۔ ایک جوان اس وقت ملاقی ہوا،  
 شفقت کے ساتھ اس کی طرف ملتفت ہوئے اور چند لطائف بیان فرمائے،  
 منجملہ ان کے ایک یہ لطیف بیان فرمایا کہ عبد اللہ نامی ایک رستی، امیر نواب  
 شجاع الدولہ کا رفیق و صاحب تھا۔ ایک دن نواب صاحب نواب جون پور  
 میں شکار کھینے گئے ایک خرگوش کے پیچھے ایک شکاری کتا چھوڑ دیا گیا، کتے نے  
 خرگوش کو پکڑ لیا اور چونکہ وہ کتا سکھایا ہوا تھا، اسلئے اسے خرگوش کو خود نہیں کھایا فقط سو گھا۔  
 نواب شجاع الدولہ نے خرگوش کے بارے میں اپنے مسلک یعنی حرمت کویش نظر کھکر بطور طعن کہا  
 عبد اللہ دیکھ خرگوش کو کتا بھی نہیں کھاتا عبد اللہ نے جبرے جواب دیا جی ہاں میں نے دیکھ لیا یہ کتا خرگوش  
 کو کتا نہیں کھاتا۔ فرمایا۔ او یا اے جاہل قسم کے پائے جاتے ہیں۔  
 (۱) مستغرق۔ جیسے شیخ عبد الحق رد و لونی اور شیخ عبد القدوس گنگوہی۔

(۲) اہل خدمات جیسے اقطاب۔

(۳) اہل تجرید و تفرید۔

(۴) عرفاء جو کہ ہر منظر میں حق کا مشاہدہ اور تحقیق اشیاء کرتے ہیں۔ جیسے

شیخ اکبرؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ بعض اعمال برائے رفع حاجات دینی و دنیوی جو

احادیث میں مثلاً ناز و حاجت، یاد دہانی وہ اعمال اس زمانے میں رفقہ



اپنی تاثیر کیوں نہیں دکھاتے۔ ارشاد فرمایا کہ علماء نے اس کا جواب تین طریقے سے دیا ہے۔

(۱) شرائط قبولیت مفقود ہیں۔ جب شرائط نہ پائی گئی تو مشرور بھی قوت ہوا۔

(۲) ان اعمادیات میں یہ آیا ہے کہ یہ اعمال کا یہ خاصہ ہے یہ نہیں ہے کہ ضرور ایسا ہی ہو جائے گا۔ (بھی کبھی مصداق کے ماتحت اس دعوت کو قبول نہیں بھی فرماتے، اگر اسائل کی مرضی کے مطابق ہر دعا قبول کر لی جائے تو ایک محذور عظیم لازم آئے گا مثلاً ایک شخص دعا کر کے کہے بارش چاہتا ہے۔ دوسرا کسی وقتی مصلحت کی وجہ سے بارش نہیں چاہتا ہے۔ اسی پر اور باتوں کو قیاس کرلو۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے اور یہی حقیقی جواب ہے کہ کثرت ظلمات گناہ کے سبب سے نورانیت دعا اپنا کھلا ہوا نتیجہ اور فائدہ برآمد نہیں کر رہی ہے۔

دیکھو موسم برسات میں اگر اندر خشک جگہ میں بھی سامان رکھا ہو تو اس میں کچھ نہ کچھ بھٹی اور تری کا اثر آجاتا ہے۔ یہ بوسنت، چنداں اپنا کام نہیں کرتی اور موسم گرما میں اس کے برعکس ہے۔ اس طرح جب فضا ظلمات معاصی سے پُر ہوتی ہے تو استجاب دعا کم ہوتی ہے دیا ہوتی ہے مگر مفہوم نہیں ہوتی، یا کبھی اللہ تعالیٰ قدر سے دعا قبول کر لیتا ہے۔

میر احمد علی شاہ نے عرض کیا کہ حضرت والا نے بعد ختم قرآن متصلاً پھر



قرآن شروع فرمایا اس کی اصل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا حدیث میں آیا ہے بہترین عمل (منزل پر) اتنا اور پھر سفر کے لئے کس لینا ہے۔ یعنی جب قرآن شریف ختم کرے تو پھر شروع کر دے (اذا کارنوی میں یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ بعض صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اترنے اور سفر کرنے سے کیا مراد ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن کا ختم کرنا اور پھر شروع کرنا، اسی دوران میں فرمایا کہ مجھ کو قرآن مجید کے اندر جو معنی ہائے عجیب و غریب ہم پہنچتے ہیں اور ان کی جس قدر آمد ہوتی ہے۔ حدیث میں اتنے معانی کی آئندہ نہیں ہوتی، حدیث شریف کا مطلب مفہوم (زیادہ تر) موافق کتب (شاریہ) حدیث بیان کرتا ہوں۔

ایک مُرید نے عرض کیا، تین دن ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب کے اندر آپ کی شکل میں دیکھا۔ میں نے محسوس کیا کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر توجہ مبذول فرما رہے ہیں میں بہت ہی لذت یاب اور مسرور ہوا اور قلب اس وقت سے سبک اور ہلکا ہو گیا ہے۔ (ابھی اس خواب کے متعلق حضرت شاہ صاحبؒ کچھ فرمانے نہ پائے تھے کہ) ایک دوسرے مُرید نے خواب ہی کے بارے میں ایک اور بات دریافت کر لی، حضرت نے اس کا جواب دیا۔ پھر پہلے شخص نے جس نے اپنی خواب بیان کی تھی، عرض کیا، حضرت میرے





کس کو نہیں، چوتھے بعد نبوت، ولایت کس فرقے میں جاری ہے، پانچویں  
عید و جمود کا اہتمام کہاں ہے۔ چھٹے ہندوستان میں جہاد فی سبیل اللہ کس  
نے رائج کیا اور یہ سلطان محمود غزنویؒ اور شہاب الدین غوریؒ کون تھے۔ ۷  
ارشاد فرمایا کہ غازی الدین خاں جو اپنے شاعر تھے، کہا کرتے تھے کہ جس  
شعر میں معنی نہ ہوں (مہمل ہو)، اس کو رخواہ مخواہ پھینچ تان کر کے، تصوف میں  
لے جاؤ معنی پیدا کر لے گا۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ بعد عصر سورہ عمر تبٰیٰ لون کی تلاوت کو بزرگوں نے مورت  
و موجب محبت الہی بتایا ہے کیا حدیث میں بھی یہ بات آئی ہے یا فقط بزرگوں  
کا تجربہ ہے؟ فرمایا کہ یہ بات حدیث میں نہیں ہے۔

سید احمد رشتیدؒ کے بارے میں جو کہ حضرت کے بڑے خلفاء میں سے ہیں  
اور جن کا ذکر خیر اس سے پہلے بھی آچکا ہے۔ بعض حاضرین مجلس نے عرض کیا کہ  
ان کو جو حضرت والا کے ساتھ فنائیت و عشق ہے اس کی وجہ سے ہم کو بھی اس  
بہت محبت پیدا ہو گئی ہے۔ — ارشاد فرمایا کہ ہاں وہ بندے سے خالص  
محبت رکھتے ہیں۔ — اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ — یہ خالص

محبت ہونا اختیاری بات نہیں ہے چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

یاد دل بکر باید داد، یاد دل زکر باید برد  
دل دادن و دل بردن این امر خدا داد است







واقعات جن کی روایت بخاری میں جا بجا آتی ہے۔۔۔۔۔ عبد الملک ابن مروان حاکم وقت نے ایک مرتبہ ان کے حافظے کا امتحان اس طرح کیا کہ ان کو اپنے پاس بلوایا اور ملک عراق کے چار صوبوں کے دیہات و پرگنات کا صاب جمع و خرچ کا خذ سے ان کے سامنے پڑھا اور چند دن کے بعد ان کو طلب کر کے اس جمع و خرچ کی تفصیل زبانی دریافت کی، مطابق رجسٹر کے ان کے حافظے میں تفصیل موجود تھی، سب ستادی۔۔۔۔۔ اس کے بعد امام ترمذی کے حافظے کا واقعہ سنایا۔۔۔۔۔ اسی ضمن میں کسی نے مولوی راشد بیگالی کا ذکر کیا کہ وہ اس قدر ملکہ رکھتے تھے کہ سبق بھی پڑھاتے جاتے ہیں اور مسودہ بھی لکھتے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ بات کثرت مزاولت اور مشق سے تعلق رکھتی ہے، اگرچہ حافظہ اور ذہن بھی شرط ہے۔ پھر اسی ضمن میں ایک حیرت انگیز واقعہ اپنے بچپن کا سنایا۔۔۔۔۔ پھر فرمایا کہ شاہ محمد عاشق دہلوی جو کہ والد ماجد کے شاگرد اور خلیفہ اعظم تھے اور سبیل الرشاد وغیرہ کتب مصنف بھی تھے ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک شاگرد کو بڑی محنت سے پڑھا ہے میں اور میں مشغولیت درس میں انکی نسبت باطنی انتہائی جوش پر ہے۔ ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔ کہ میں جس زمانے میں دہلی کہنے میں رہتا تھا۔۔۔۔۔ کو چہ انبیاء میں ایک سید کے گھر ایک پوربی باندی تھی جی جو بالکل جاہل تھی اور نہ ساری بھی پابند نہ تھی۔ چونکہ وہ عمر رسیدہ ہو گئی تھی اور گھر کے تمام صاحبزادوں پر اپنا حق رکھتی تھی۔ اس لئے وہ لوگ اس کی بڑی خدمت اور دیکھ بھال کرتے



تھے جب اس کا آخری وقت ہوا تو وہ ایک آواز پوربی لہجے میں بلند کرتی تھی۔  
 جس کا مطلب مفہوم کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا جکا، وصلحا، کو بلا کر دریافت  
 کیا گیا، کچھ یہ معلوم ہوا۔ آخر میرے چچا شاہ اہل اللہ کے بلانے کی نوبت آئی۔  
 وہ تشریف لے گئے انھوں نے معلوم کر لیا کہ اسکی زبان سے لا اٹھا فی۔ لا اٹھرتی  
 (اے عورت مت خوف کرتی ہو، نکل رہا ہے، چچا صاحب نے اس کے  
 تمار و اروں سے فرمایا کہ اس سے دریافت کر دو کہ یہ الفاظ کس وجہ سے کہہ رہی  
 ہے۔ بڑی کوشش کے بعد اس نے جواب دیا کہ ایک جماعت (فرشتوں کی)  
 آئی ہوئی ہے اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل رہے ہیں (جو میری زبان پر آگئے،)  
 پھر آپ نے دریافت کر لیا کہ تو ان الفاظ کا مطلب سمجھ رہی ہے؟ اس نے  
 کہا مجھے تو بس اتنا محسوس ہو رہا ہے کہ یہ جماعت مجھے تسلی دے رہی ہے۔ پھر  
 چچا صاحب نے فرمایا کہ اس سے دریافت کر دو کس عمل کی وجہ سے یہ تسلی دے رہی  
 ہے؟ اس نے کچھ دیر کے بعد کہا کہ یہ حضرات مجھ پر ہیں کہ میرے پاس اور اعمال خیر  
 تو نہیں ہیں البتہ تو ایک دن موتم گرام میں بھی لینے کے لئے بازار گئی تھی۔ جب  
 تو نے بھی اگر گھر میں جوش دیا تو اس میں سے ایک روپیہ نکلا۔ اول تو نے چاہا کہ  
 اس روپے کو جسکے سے اپنے پاس رکھ لے۔ اپنے کام میں لانے اس لئے کہ کسی  
 کو اس راز کی خبر نہ پھیلے پھر خیال کر کے کہ حق تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے تو نے وہ روپیہ دوکاندار کو لوٹا  
 دیا تیرا عمل اللہ کے یہاں پسند ہوا اسی کی وجہ سے ہم تجھ کو بشارت دے رہے ہیں۔



ارشاد فرمایا۔ کہ اسی زمانہ اور اسی محلے کی بات ہو کہ وہاں ایک بزرگ تھے جب انکے انتقال کا وقت قریب آیا اور نزع کا عالم ہوا تو میں اپنے چچا صاحب کے ساتھ وہاں گیا وہ بزرگ تسبیح گردانی کے طور پر انگلیوں کو حرکت دے رہے تھے اور شور و انوں کے شمار کے بعد جس طرح شمارے کو ایک خاص انداز میں کھینچا جاتا ہے وہ اتنی دیر کے بعد انگلیوں کو ایک خاص حرکت دیتے تھے۔ جب چچا صاحب نے تسبیح ہاتھ میں لے کر بغور کیا تو ٹھیک شور و انوں کے شمار کے بعد انگلیوں کی وہ خاص حرکت ہو رہی تھی وہاں لاکھ نہ تو اس وقت ان بزرگ کے ہاتھ میں تسبیح تھی اور نہ شمار کا جوش تھا، اس وقت چچا صاحب نے فرمایا اگر اچھے کام کو محاورہ بھی کام میں آتا ہے یعنی اچھے کام کی عادت ڈال لینا بھی اچھی بات ہے، شوق ہو جانے کے بعد فعل، بلا ارادہ بھی وقوع میں آجاتا ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ اگرچہ حضرت والا کو گونا گوں امراض گھرے ہوئے ہیں اور مجلس میں گفتگو بھی فرماتے رہتے ہیں اس کے باوجود اکثر اوقات حضرت کے برکات قلبیہ ہم کو محسوس ہوتے ہیں، ابھدا نکسار فرمایا کہ توجہ چار قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) انوکاسی۔ یہ تمام طرق میں ہے۔ جب ایک قلب دوسرے قلب کے مقابل ہو تو اس کا اثر ہوتا ہی ہے جیسا کہ آئینہ جب کسی چیز کے مقابل ہو تو وہ چیز بے ارادہ اس میں جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ اس توجہ انوکاسی کے لئے فقط مرید کی صفائی قلب درکار ہے



(۲) القائی — جیسے یک شمشئی کی چیز دوسری شمشئی میں اُٹھائیں۔  
اس میں قصد و ارادہ شرط ہے۔

(۳) جذبی — اس میں قلب طالب کو پکھنچ کر اپنے قلب کے نیچے رکھتے ہیں وہ اس ترکیب تدبیر سے متاثر ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک خشک کھڑا ایک تر کھڑے کے نیچے آجائے تو ضرور تر ہو جاتا ہے۔

(۴) اتحادی — کہ مرشد کے اوصاف بھی مرید میں سرایت کر جاتے ہیں حتیٰ کہ یہ توجہ مرید کی صورت ظاہر پر بھی اثر انداز ہو جاتی ہے یعنی مرید صورتاً بہت کچھ پیر و مرشد کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

فرمایا — کو بزرگ چار قسم کے ہیں۔  
(۱) سالک مجذوب — کہ اول سلوک اختیار کیا بعد ازاں جذب کی نوبت آئی یہ بہترین قسم ہے۔

(۲) مجذوب سالک — کہ پہلے ایک قسم کے جذب سے سرفراز ہوئے بعد ازاں سلوک اختیار کیا۔

(۳) سالک محض — جو جذب سے مشرب نہیں ہوئے۔  
(۴) مجذوب محض — جن کی عقل و تدبیر نفس الحق کی بناء پر سلب ہو جاتی ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ سلوک و جذب کے کیا معنی ہیں؟  
فرمایا — سلوک تو اجتہاد است کسب و کوشش و جدوجہد کا نام ہے اور

جذبِ عنایتِ خداوندی ہے جو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے چنانچہ ایک شاعر نے کہا:  
 تاکہ از جانب معشوق نباشد ششے

کوششِ عاشق بیچارہ بجائے زبرد  
 یعنی جب تک محبوب حقیقی کی طرف سے کوشش نہ ہو بیچارے عاشق کی  
 کوشش ناکام رہتی ہے،

ایک مرید نے — دریافت کیا تمام افعالِ خلافِ شرع، راہِ سلوک کو  
 بند کرتے ہیں یا بعضے ارشاد فرمایا کہ بخدیر تو خلافِ شرع اعمال سے پیدا ہو جاتا ہے  
 لیکن بعض اعمال ایسے ہیں کہ نسبت مع اللہ کایج بھی نہیں چھوڑتے۔

جیسے مکر، فریب، نخوت، تکبر، خود نمائی، طلبِ دنیا، طلبِ جاہ وغیرہ —  
 اور بعض کہا اُتر ایسے ہیں کہ اگر وہ بطورِ مذرت کے کبھی کبھی سرزد ہو جائیں تو بعد  
 تو یہ نسبت کو ختم نہیں کرتے — بعض وہ اعمال ہیں جن سے نسبت کی  
 نوزائنتِ قدرت میں تبدیل ہو جاتی ہے جیسا کہ صغائر نے قصہ وار ارادہ —  
 ارشاد فرمایا — کہ نسبت کا بہت زیادہ اعتبار ہے ریت کا دخل ہر  
 امر میں ہے اور سلوک میں تو خاص طور پر ریت کو دخل ہے۔

ارشاد فرمایا — ایک بزرگ تھے اسکا نام عبدالقادر تھا وہ بہت کم کھاتے پیتے  
 تھے راہی خصوصیت تھی کہ وہ جس کسی کو دیکھتے زبردستی اصرار کے ساتھ اپنا مرید کرتے تھے  
 بلکہ ایک ایک دن میں ایک شخص کو دو دو مرتبہ مرید کرتے تھے لوگ اُن سے تنگ آ گئے اور انکو دیکھ کر



بھاگتے تھے۔ کسی نے ان بزرگ سے اس شوقِ تہویر کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علیؓ کو مہاشد و جہ سے فرمایا تھا کہ ”اے علیؓ  
ہمارے ذریعے اگر ایک شخص بھی ہدایت پا جائے تو سرنخ اوٹوں سے ہتھیار اسی جہ سے  
میں لوگوں کو مرید کرتا ہوں کہ کسی کے راہِ راست پر آجانے سے مجھے اجر مل جائے۔“  
فرمایا۔ کہ برہان الدین ابوالخیر بلخیؒ پچھن کے زمانے میں اپنے باپ

کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں برہان الدین مرغیانہ صاحبِ ہدایہ کا گزربوا۔  
صاحبِ ہدایہ نے برہان الدینؒ کو خوب غور سے دیکھا اور فرمایا کہ میرا خدا مجھ سے  
کہلا رہا ہے کہ نہ بچتے رہا ہو کر اپنے کمالات کے باعث، مزجِ خلائق ہو گا، باپ نے  
جو ساتھ تھے آئینِ نبویؐ چنچا لیا ہی ہوا۔ یہی برہان الدینؒ کی ایک شعر میں فرماتے ہیں۔  
گر کرت عام شد رفت ز برہانِ غالب و بر عمل کا رشد کہ چہا دید نیست

یعنی اے اللہ اگر تیرا لطف و کرم شامل ہو گیا تو مجھ برہان الدین سے عذاب  
دور ہو جائے گا اور اگر میرے اعمال کے مطابق کاروائی ہوئی تو یہ معلوم مجھے کیا کیا  
مصلحتیں دیکھنی اور چھلنی پڑ جائیں۔

فرمایا۔ کہ ہر دن مذہب میں احوالِ خمسہ کی حفاظت و رعایت ضروری سمجھی

گئی ہے حفظِ عقل، حفظِ نفس، حفظِ دین، حفظِ نسب، حفظِ مال۔

ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی خواب میں ڈرتا ہے تو اس کو یا شدید بہت زیادہ۔

پرٹھنا چاہیے۔



فرمایا۔ کہ فافا، خان گاہ کا معرب ہے یعنی بادشاہوں کی جگہ۔  
ایک شخص کے سوال کرنے پر فرمایا: میرے بھوکے محتاج کو کھانا کھانا چاہیے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔  
فرمایا۔ کہ حضرت نظام الدین اولیا کے عہد میں تین ضیاء تھے: ایک ضیاء الدین  
سنائی جو حضرت سید شکر و مخالفت تھے، دوسرے ضیاء الدین بخش بدایونی جو معتقد تھے اور نہ  
شکر تھے تیسرے ضیاء الدین برنی (بلند شہری) صاحب تالیف ہند، حضرت کے مرید تھے۔  
ارشاد فرمایا۔ کہ عزیز و اقارب، اکثر معتقد نہیں ہوتے  
ہیں اور بعض اہم عصر لوگ بھی خواہ مخواہ نفرت و عداوت کا اظہار کیا کرتے ہیں  
اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے رلوں طواں اعمال اپنی نظروں سے دیکھتے  
رہتے ہیں اور ان سے ہر قسم کا معاملہ بڑھتا رہتا ہے۔ پس وہ اسی بنا پر ناخوش  
ہو جایا کرتے ہیں کہا گیا ہے: *الخاصة أصل للنافرة*۔ یعنی ہمہری منافست کی جڑ ہے۔  
ارشاد فرمایا۔ کہ میرے نزدیک ایک مافظ اگر دو چار جگہ  
تراویح پڑھے تو سب ادائیگی سنت ہو جائے گی۔ چنانچہ میرا بچہ (نواسہ)  
میاں محمد یعقوب ایسا ہی کرتا ہے۔ وہ ہر رات ایک پارہ ہندو سے میں تراویح  
کے اندر سناتا ہے پھر گھر جا کر وہی ایک پارہ جماعت سے پڑھتا ہے اس طرح  
وہ رمضان میں دو قرآن ایک دو دن کے فرق سے ختم کر لیتا ہے۔  
ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے بارہ گھنٹے سے کچھ کھایا نہیں ذرا  
سروغیرہ لاحق ہے اور ضعف بہت ہے یہ تو میرا حال ہے اور بہت سی عورتیں



گھر میں آئی ہوئی بیٹھی ہیں اب وہ مجھ سے ذکر سے متعلق نیز فقہی مسائل کی بابت بہت سے سوالات کریں گی۔

حاضرین مجلس میں سے ایک نے عرض کیا کہ حضرت ابو عمر میں بہت خوش عقیدہ اور باخلاص ہوتی ہیں فرمایا ہاں۔ اسی بنا پر تو حضرت سفیان ثوری کا قول ہے عَلَيكُمْ زِيَادَةُ الْحَبَائِزِ۔ (تم بوڑھی عورتوں کے طریقے کو لازم پکڑو) یعنی جس طرح وہ اپنے معاملات میں پختہ ہوتی ہیں تم بھی اسی طرح اپنے اندر دینی پختگی پیدا کرو۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ یہ جو ہوتا ہے کبھی کسی سے طریقہ چشتیہ میں مشائخ بیعت ہوتے ہیں پھر اسی بزرگ سے یا کسی دوسرے بزرگ سے قادر فیقتہ میں بیعت ہو جاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ اول جس طریقے میں بیعت ہو اس کا سلوک طے کرے چاہے اس میں کمی رہ جائے اور مکمل نہ ہو سکے۔ پھر بعد کو دوسری جگہ دوسرے طریقے میں اخذ فیض کرے تو مضائقہ نہیں ہے۔ طریقہ اول کا سلوک طے کئے بغیر دوسری جگہ بیعت جائز تو ہے لیکن بیعت کو بار بار چاہنے والے بنائے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں ملک دکن سے اس عرض سے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی زبان مبارک سے رہنمائی حاصل کروں اور مستفید ہوں۔

ارشاد فرمایا کہ بعد نماز صبح لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِينُ پڑھا کرو ظاہر و باطن کا فائدہ محسوس کرو گے۔







اس امر سے بھی نجات مل گئی (در کتب طب کے مشکل مقامات حل کروں)۔  
 فرمایا — کوہند و سیکڑوں کی تعداد میں بندے کے ہاتھ پر مسلمان  
 ہونے میں۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ان قصبات و قریات کے (جابلے) لوگوں  
 کا ایسی تمام کے مسلمانوں کا جن کا کلمہ و کلام بھی درست نہیں — ذبیحہ درست  
 اور جائز ہے — فرمایا اگر ضروریات دین کا انکار نہیں کرتے تو الحکام ذبیحہ  
 جائز ہوگا۔

فرمایا — پسر محمد علی چٹاں (فاروقی) ارکائی نے ترجمہ  
 تفسیر اشعریہ عربی زبان میں مولوی سلیم (مدراسی) سے کرا کے ملک عرب میں بھیجا  
 ہے پاس بھی ایک نسخہ بھیجے کا قصد تھا مگر وہ بھیج نہ سکے۔  
 فرمایا — کہ تحفہ اشعریہ کی تالیف تصنیف ایک شخص نے یوں کہی ہے  
 تحفہ را ایک زنداں کہ درو سوئے ہر معرفت سرخ آمد

اے گروہِ مصلح ہر دوئی کے فاروقی خاندان نے مدراس میں اپنی حکومت قائم کی تھی۔ محمد علی چٹاں  
 جانی اس حکومت کے بانی ہیں۔ مولانا محمد ابراہیم فاروقی گویا مولوی ایہ۔ اے علیگ جواہر زوہر میں  
 طرزِ نفاذ ہے۔ یہ تحفہ اشعریہ نے کافی شہرت حاصل کی جس کا عربی میں بھی ترجمہ ہوا تھا جس کو نواب  
 (موجودہ) مولوی مدراس کے صاحبزادے اور چائستین نواب محمد الامجد والا جاہ ثانی نے (باقی جو خاکندہ)

سوئے لفظ و معانی منسج  
ہست دریا کہ در ایاغ آمد  
بسکہ نور پدایت است یقیں  
سال تصنیف او چہ راغ آمد

س ۱۲۰

بہ سبیل تذکرہ فرمایا کہ ایک شاعر نے (بندے کے متعلق) یوں کہا ہے  
جامع علم و عمل شیخ الوری عبد العزیز  
آنکھ او اندر جوانی کار پیراں می کشد  
بسکہ استعداد، دار و از سماں معنوی  
بحر متواج است چوں تفسیر قرآن می کشد

د مفرغ شہ کا بقیہ حاشیہ عرب مالک کے لئے لکرایا تھا یہ معلوم ہے کہ اس کا ذکر موجود طبع ہو یا نہیں۔  
۱۲۱۔ سرلوہا سنگی کا نام محمد سعید ہے بنایت فاضل تھے ملک اعلا اور اس کے ارشد تلامذہ  
میں سے تھے۔ ۱۲۲۔ میں انتقال ہوا ترجمہ مذکورہ علماء ہند مطبوعہ کراچی ص ۱۱

۱۲۳۔ ان بیوں شعروں کا مجموعہ مطلب یہ ہے۔۔۔ تفسیر اشعار کو صرف اس فن کی کتاب سمجھیں  
ہر علم و معرفت کی رہنمائی موجود ہے۔ اس کے الفاظ و معانی پر نگاہ کرو ایسا معلوم ہو کہ یہ کیا کونے میں  
دیا کو بند کر، بلکہ یہ چونکہ یہ کتاب نور پدایت و یقیں ہے اس لئے اس کی تصنیف لفظ چرغ سے کی گئی ہے  
۱۲۴۔ (ترجمہ) جامع علم و عمل شاہ عبد العزیز و درمیں جو جوانی کے اندر علم و سید و علم کا کام انجام دے رہا ہو  
چونکہ وہ کتاب معنوی سے استعداد کرتے ہیں اسلئے تفسیر قرآن کریم وقت تھا جس میں نہ ہوا محمد معلوم ہوتے ہیں  
۱۲۵۔ اس قطع سے معلوم ہوا کہ آپ نے تفسیر فقیر العزیز جوانی کے زمانے میں لکھی ہے



ایک شخص نے سوال کیا کہ قدم شریف کے نقش کی اصل احادیث نبویؐ میں آئی ہے ؟

جواب ارشاد فرمایا کہ سوائے جلال الدین سیوطیؒ کے تمام محدثین اسکو صحیح نہیں جانتے میں نے بھی اس کی سند ہر چند تلاش کی نہیں پائی۔

فرمایا ————— کہ زیارت قبر کے بارے میں بہت سی ایسی بدعات رائج ہو گئی ہیں جن کو فقہاء منع کرتے ہیں —

فرمایا ————— ہر جانور کا بچہ ملکہ دوڑنے لگتا ہے اور آدمی کا بچہ بعد دو سال کے چلتا ہے اور وہ بھی ضعف اور انہستگی کے ساتھ۔ اس کا سبب ہے کہ آدمی کا سر اس کے قد کے تناسب سے بڑا ہوتا ہے برخلاف دوسرے حیوانات کے کہ ان کا سر ان کے قد و قامت کے لحاظ سے چھوٹا ہوتا ہے آدمی کو یہ بڑا سر اس لئے دیا گیا ہے کہ اس میں قوت فکر یہ زیادہ چاہیے تاکہ جمیع امور ات کو انجام دے سکے۔

و اسی بات کے ساتھ یہ بھی فرمایا، ایک بات یہ بھی غور کرنے کی ہے کہ اگر کوئی چیز داہنے ہاتھ پر رکھی جائے تو بوجھل معلوم ہوتی ہے۔ برخلاف بائیں ہاتھ کے کہ اسی وزن کی چیز اس پر رکھی معلوم ہوتی ہے۔ آخر اس کا کیا سبب ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ داہنا ہاتھ بہت سے کام انجام دیتا ہے اس پر ایک چیز رکھ کر اس کو گویا مقید کر دیا گیا یاں ہاتھ زیادہ تر بیکار و معطل رہتا ہے اسلئے وہ چیز اس کو گراں نہیں

معلوم ہوتی

ارشاد فرمایا کہ — بعض امور تجربے کے بعد معلوم ہوتے ہیں ، مثلاً یہ کہ مطالعہ کتب (عربیہ) وہ شخص اچھی طرح کر سکتا ہے جس کو علم نحو خوب یاد ہو ، اور مناظرے میں وہ غالب رہتا ہے جو اصول نحو خوب یاد رکھتا ہو اور لکھریں تنہا بیٹھ کر فکر وہ اچھی طرح کر سکتا ہے جو منطق میں ماہر ہو —

فرمایا کہ — پختہ عالم وہ ہے جس کی چار چیزیں پختہ ہوں۔ مطالعہ ، درس ، تحریر و تقریر ، مناظرہ —

ارشاد فرمایا کہ — ہر علم کے درس کا طریقہ ہمارے یہاں جداگانہ ہے اس کو تفصیل سے بیان کر کے فرمایا کہ درس تصوف میں میرا طریقہ یہ ہے کہ اول لوایح جامی بجائے میزان الصرف کے۔ بعدہ لمعات اور شرح لمعات اس کے بعد درہ فاخرہ ، تصنیف صدرالدین قونوی شاگرد شیخ محمد الدین بن عربی بعدہ تصوف پھر فتوح الغیب —

ارشاد فرمایا کہ — حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں چشما برمی عادتیں اپنے اندر رکھتا ہوں اگر آپ فرمائیں تو ان میں سے ایک کو چھوڑ دوں چاروں کا چھوڑنا مشکل ہے۔ دریافت فرمایا وہ کون کون سی بڑی عادتیں ہیں۔ عرض کیا چوری ، زنا ، دروغ گوئی اور شراب ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (چوری وغیرہ کی)



سزاؤں کا حال سمجھ کر معلوم ہے اس نے عرض کیا جی ہاں معلوم ہے فرمایا کہ بس  
جھوٹ چھوڑ دے اس نے قبول کیا پھر جب کسی حرکت کا ارادہ کرتا تھا وہ جھوٹ  
دہونے کا اقرار اور فعل بد کی سزا کو یاد کرتا تھا اور باز رہتا تھا پھر اس نے کہا حضرت  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہر چار طرف سے مقید کر دیا۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ کیا رسمی طور پر مرید ہونا بھی خالی از قائدہ نہیں؟  
ارشاد فرمایا کہ ہاں تجربہ ہے کہ مرید رسمی بھی پیرانہ طریق کی توجہات کیساتھ  
مخصوص ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ سمرقند کی جانب سفر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے ان سے فرمایا کہ  
سفر میں یا حفیظ! نو سو اٹھانویس بار اور سورہ لایلاف بے تعین کثرت پڑھتے رہنا۔  
ایک مرید نے عرض کیا کہ انزال کتب اور ارسال انبیاء سے مقصود بالذات  
وہ بالاصل وصول الی اللہ ہے یا احکام ظاہر کا بجالانا۔ ارشاد فرمایا کہ تم نے میرے  
درس میں سنا ہوگا کہ اسلام، ایمان اور احسان کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم نے خود بیان فرمائی ہے اس کے پیش نظر مقصود اصلی یقیناً احسان ہے۔  
جس طرح اسلام بے ایمان معتبر نہیں، نیز امام غزالی، ایمان بے احسان معتبر نہیں ہے۔  
عمران نجات فقط ایمان سے ملے گی ہو جائے گی پھر فرمایا کہ بے احسان کے عبادت  
جسد بے روح کی طرح ہیں۔ پھر فرمایا کہ اسلام، ایمان اور احسان ان تینوں میں  
سے ہر ایک کا ایک خاصہ نتیجہ ہے جو اسلام لایا یعنی اقیانوس ظاہر رکھتا ہے۔



اس کا مال اور اس کی حرمت سلطان اور طاعن سے محفوظ ہو گئی اور جو ایمان سے ملا ہوا اسلام رکھتا ہے نجات اس کے حصے میں آگئی اور جو مرتد احسان پر پوچھ گیا، قرب الہی اس کو حاصل ہو گیا۔ گویا کہ احسان، کمال مرتبہ ایمان ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ نوشتہ غزالی سب صحیح و درست ہے؟ فرمایا ہاں۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ — امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ عوام کو جو عقیدہ سکھایا جاتا ہے وہ عقیدہ باطن کا پوست ہے۔ اور یہ بھی انھوں نے فرمایا ہے کہ وہ ”قرار گاہ جو بطلان مراد عوام بہشت ہے۔ خواص اس سے درگاہ الہی مراد لیتے ہیں۔“

اس سے معلوم ہوا کہ امام غزالیؒ بہشت ظاہر کا ابطال و انکار کر رہے ہیں جو آثار شاد فرمایا کہ نہیں امام غزالیؒ کا یہ مطلب نہیں ہے، انکا مقصد یہ ہے کہ خواص کا نصب العین اور سطح نظر اونچا ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ نے خود عبادات کے سلسلے میں ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ بعض بندے مثل ان ظالموں کے ہیں جو محض آقا کے زود کو بے سنے بچنے کے لئے غلامی اور اطاعت کرتے ہیں۔ یہ مثال اس کی ہے جو صرف مسلم کہلانے کا مستحق ہے، اور کچھ لوگ ان کو کروں کی طرح ہیں جو بامید خلعت اور بامید اضافہ تنخواہ اطاعت کرتے ہیں۔ یہ مثال اس مومن کی ہے جو بہشت کا امیدوار ہے، اور ایک گروہ عشاق کا جو جنھیں خدا مندی یاری تعالیٰ حاصل کرنے کے لئے اطاعت کرتا ہے۔ امید اور خوش فطرح نظر کر کے۔



اسی اشار میں ایک ٹرید نے عرض کیا کہ میں نے ایک قابل شخص سے دریافت کیا تھا کہ مقصود اہل کیا ہے؟ اول تو انھوں نے یہ جواب دیا کہ مقصود اہل ریاضت ہے اور یہی اہل ہے، پھر انھوں نے کہا کہ بھیجا کہ مقصود اہل اور اہل اعمال ظاہر ہیں کیونکہ بعثت انبیاء علیہم السلام اسی غرض سے ہوئی ہے چنانچہ قرآن مجید اس پر ناظر ہے۔۔۔ شاہ صاحب نے فرمایا نہیں۔ بلکہ افضل اعمال روح ہیں۔ جس طرح قلب روح کو قالب جسم پر فضیلت ہے اسی طرح اعمال قلب روح کو اعمال ظاہر پر فضیلت ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور ظاہری اعمال پر نظر نہیں رکھتا بلکہ وہ تمہارے قلوب اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔۔۔

ارشاد فرمایا کہ۔۔۔ تین لطائف کہ حکما بھی مانتے ہیں۔

(۱) لطیف نفس۔ اس کو طبیعت کہتے ہیں چیزوں کا اچھا لگنا، مثلاً للہام، سبزہ، خوشبو اور خوش رُوح وغیرہ کا اچھا لگنا اسی سے تعلیق رکھتا ہے۔ اس کے متعلق دو قائل وہ لوگ اچھی طرح سمجھتے ہیں جو امارت و ریاست کے خاندان میں بڑھے ہیں۔

(۲) لطیف عقل۔ علم و فہم کا تعلق اسی سے ہو، اکثر یہ لطیف علماء میں قوت کے ساتھ ہوتا ہے۔

(۳) لطیف قلب۔ یہ لطیف فقراء میں اکثر موجود ہوتا ہے کیفیات

متاثر ہونا اور ان کیفیات کو سمجھنا اسی سے متعلق ہے۔  
 لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں چیز سم کو اچھی لگی، حالانکہ یہ طبیعت کا خاصہ ہے  
 و طبیعت کو اچھی لگی، یا کہتے ہیں کہ میں ایسا جانتا ہوں یا سمجھتا ہوں، حالانکہ یہ عقل  
 کا کام ہے (عقل نے جانایا سمجھا)، یا کہا جاتا ہے کہ کیفیت غم و سرور سے متاثر ہوا  
 حالانکہ یہ کار قلب ہے و قلب کیفیت سے متاثر ہوا کرتا ہے، ان تینوں لطائف  
 میں ذکاوت و بلاوت (یعنی عدم ذکاوت) بھی پائی جاتی ہے جسکا واسطہ بھی جانتے  
 ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ سید احمد رائے بریلوی، بہت ذکی القلب  
 ہیں اور غالباً جامع سے مخاطب ہو کر فرمایا، تم بھی ذکی القلب معلوم ہوتے ہو۔  
 ارشاد فرمایا۔ ایک فاضل، جو اکابر علماء میں سے تھے (دہلی)  
 آئے تھے، اُن سے میں نے تحقیق تو ریت، بلسان عبرانی کی تھی۔ پھر شاہ صاحب نے  
 تو ریت کی چند آیات پڑھیں اور ان کا ترجمہ بھی کیا اور فرمایا کہ یہ آیات بلاشبہ کلام  
 خدا ہیں ان میں جلالت محسوس ہو رہی ہے۔  
 پھر فرمایا کہ لسان زبور و انجیل ایک تھی۔ نیز فرمایا کہ عربی و عبرانی میں

علم بیان و ریشدی میں ان فاضل کا ہم ملا نہیں لایا گیا ہے، نیز یہ بھی اسی بیان سے معلوم ہوا کہ  
 کائنات کے تھے بیان میں طور و شاہ صاحب کی ایک تقریر و جو کہ جس میں تو ریت کی بعض آیات اور کچھ مباحثہ تہجد میں  
 غور و تأمل میں جہالت تو ریت بہت غلط ہے۔ تعارف بیان میں کہ مرقع پر شاہ صاحب کی یہ تقریر بھی پیش کی جائیگی۔



فرق ایسا ہے جیسا کہ ہندی اور بنگالی زبان میں — نیز فرمایا کہ ہر چہ  
اصل جو نصاریٰ کے پاس موجود ہیں وہ کلام خدا نہیں ہیں، بلکہ یارانِ حضرت  
عیسیٰؑ جو ارمین نے بطور خود ان کو لکھا ہے — کلام خدا ان کے پاس سے گم  
ہو گیا ہے —

اسی وقت ذکرِ حافظ شیرازی چھڑ گیا جو تیمور لنگ کے ہم عصر تھے اور شیخ  
سعدی شیرازی سے ڈیڑھ سو سال بعد ہوئے تھے — فرمایا کہ جب تیمور نے  
شاہ شجاع کو قتل کر دیا تھا تو حافظ شیرازیؒ کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ تم قند  
و بخارا جو ہمارا وطن ہے آپ نے ان دونوں شہروں کو (اس بیدردی کیساتھ)  
کس طرح بخش دیا ہے حافظ شیرازیؒ نے جواب دیا کہ ہم اسی سخاوت کی وجہ سے تو  
فقیر ہو گئے۔

نواب نوازش علی خاں صاحب نے سزائی روزے کے متعلق دریافت  
کیا، ارشاد فرمایا کہ حدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے — نیز فرمایا کہ  
ہر ماہ کے تین روزے سنت ہیں شروع پہینے کے تین دنوں کو خیر کہتے ہیں اور  
آخر ماہ کے تین دنوں کو سر کہتے ہیں، اور درمیانی ایام ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو ایام

۱۔ حافظ شیرازیؒ کا ایک شعر ہے۔

اگر آن ترک شیرازی بدست آید دلدارا، بختِ بند و خشنِ غم سرقند و بخاردارا۔ اسی شعر کے متعلق تیمور نے سوال کیا تھا

بعض کہتے ہیں۔ ذکرِ آیامِ مہینہ حدیث میں ابہت آیا ہے اور ذکرِ غرر و شری بھی آیا ہے۔

ایک مُری نے دریافت کیا کہ حضرت عائشہؓ یا فاطمہؓ نے کبھی عورتوں کی امامت کی ہے فرمایا، نہیں۔ بلکہ یہی وجہ کہ امتِ امامتِ نساء کی جو دکان جیسی تھیں مابِ خواتین نے کبھی عورتوں کی امامت نہیں کی، مگر عہدِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا ضرور ہوتا تھا کہ اگر کسی کو مسجد میں نماز باجماعت نہیں ملتی تھی تو وہ شخص اپنے گھر آکر اپنے اہل و عیال کے ہمراہ نماز باجماعت ادا کر لیتا تھا۔ عذرا تذکرہ فرمایا کہ میں اپنے بچپن کے زمانے میں قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد دو سہرا رہا تھا ایک دن سورہ طہ کی آیت سَبِّحْ لِلّٰہِ پر پہنچا کہ ایک عورت اور اس کا مرد جو ایک شیر کو دھکیل کے زور سے مسخر کر کے تماشہ دکھاتے ہوئے انعام کی طلب میں گھروں پر گھوم رہے تھے ہمارے مکان پر بھی آگئے۔ عورت شیر کو ہمارے گھر کے اندر لے آئی زمین سورہ طہ کے مقام مذکور کو پڑھ رہا تھا، تھوڑی دیر میں اس عورت نے کہا کہ اس

لے قابلاً جامع مخلوقات کو یا خود شاہِ صاحب کو ہاں پہنچا دے اللہ سَبِّحْ لِلّٰہِ کا تھا سورہ طہ میں وارد ہوا ہے فرعون کے جادوگر نے حضرت موسیٰ کے سامنے جب جادو کے زور سے ٹکڑیوں اور ڈنڈوں کو سانپ بنا دیا تو حضرت موسیٰ نے فرمایا تھا کہ یہ صرف جادو ہے اللہ کے حکم سے یہ بھی ختم ہوگا۔ مخلوط میں ترکان کے اس لفظ کی تاثر کا تذکرہ ہے۔ "سرت"





فرمایا کہ \_\_\_\_\_ خارجیوں کا تسلط کبھی کسی ملک میں نہیں ہوا  
 عمان اور مسقط وغیرہ مقامات میں رہتے ہیں \_\_\_\_\_ میں نے کسی خارجی کو  
 نہیں دیکھا \_\_\_\_\_ مگر نابھی دیکھے ہیں \_\_\_\_\_

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ بعض روہیلے ایسے ہیں کہ ان کے سامنے  
 فقط ذکر حضرت علیؑ کیا جائے تو ناراض ہوتے ہیں۔ چنانچہ حافظ آفتابؒ ہمیشہ  
 میرے درس میں حاضر ہوا کرتے تھے ایک دن حضرت علیؑ کا ذکر تھا۔ ہم سبوں  
 کی عادت ہو کر جو صحابی بھی سامنے آئے ہم اس کے مناقب بیان و دل بیاں کرتے  
 ہیں، میں نے بھی حضرت علیؑ کے مناقب خوب بیان کئے، اس پر وہ ناراض ہو گئے  
 اور مجھے سبھی سمجھ کر میرے درس میں آنا چھوڑ دیا۔ \_\_\_\_\_ ایک واقعہ حضرت  
 والد ماجدؒ کے ساتھ بھی ایسا ہی گزرا ہے۔ ایک شخص نے شیعہ کے بارے میں  
 والد صاحبؒ سے سوال کیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں حنفیہ کا جواب  
 دیا کہ اس کو بیان فرما دیا جب مکرر دریافت کیا تو پھر وہی جواب دیا۔ میں نے  
 خود اپنے کانوں سے سنا کہ وہ شخص محفل سے باہر نکل کر یہ کہہ رہا تھا کہ یہ شیعہ ہیں۔  
 ایک مرید نے عرض کیا کہ کیا مرثعہ وغیرہ تمام جانوروں کے لڑائے کا ایک  
 ہی حکم ہے؟

فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں بھڑکانے اور  
 لڑانے کی ممانعت فرمائی ہے خواہ وہ وحشی جانور ہوں یا پرندے ہوں۔ البتہ



بیا نوروں کا پانا اگرچہ وہ صحرائی ہوں، ممنوع نہیں ہے۔  
حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی (ابو عئیر) نے ایک لال چڑیا پالی تھی جب  
وہ چڑیا مری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا اباعئیر! فاعمل النذر یعنی  
اے ابو عئیر تمہارا وہ لال کیا ہوا۔

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ ابطار نے کبوتر کے بہت سے فوائد و خواص  
لکھے ہیں (اگرچہ ان کا اڑنا منع ہے) بخدا ان فوائد کے ایک یہ کہ کبوتروں کے  
پرروں کی ہوا سے خفقان، دفع ہوتا ہے اور لقوہ و فلاح بھی \_\_\_\_\_ کتاب  
خواص اکھوان، میں تمام حیوانات کے عجیب عجیب حالات تاثير اور خواص بیان  
کئے گئے ہیں۔

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ بعض ابطار علاج بالخاصیہ \_\_\_\_\_ جس کو  
لوٹک کہتے ہیں \_\_\_\_\_ کرتے ہیں چنانچہ مجھے نفرس (رنگن) کا مرض تھا اچھا نہیں  
ہوتا تھا ایک کتاب میں دیکھا کہ ایسے بچے کے سر کے بال، جو چالیس دن سے  
زیادہ اور چھ مہینے سے کم عمر کا ہو۔ \_\_\_\_\_ موضع درو پر باندھیں و رد جاتا رہے گا  
میں نے ایسا ہی کیا مرض جاتا رہا۔

ہندی کا ایک دوہا پڑھ کر فرمایا کہ وہی بات تو یہ ہے کہ جب کوئی با خدا  
ہو جائے تو کسی اور کی طرف کیوں نظر کرے۔ (ایک دن) یہ شعر پڑھا  
زاہد یا بسکد دنیا سے دیر است آہے دگر ہوائے دگر جائے دیر است

پھر اس شعر کے معنی بطور تصوف بیان فرمائے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایک سے مراد سلوک ہے اور ایسا مقام مراد ہے کہ جہاں پہنچ کر اس عالم سے سب سب ہو جائیں۔

ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا گنجہ اور چوسر شطرنج کی طرح حرام ہیں؟۔ ارشاد فرمایا کہ گنجہ اور چوسر میں شطرنج سے بھی زیادہ حرمت ہے۔ اس لئے کہ بعض ائمہ نے شرائط کے ساتھ شطرنج تو مباح بھی کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ جامع صغیر میں شطرنج کے کھیلنے اور دیکھنے والے پر لعنت کی حدیث بھی ہے لیکن وہ بہت ضعیف ہے۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت علیؑ کے انیس صاحبزادے تھے۔ پانچ صاحبزادے حضرت حسینؑ کے ہمراہ شہید ہوئے اور حضرت حسنؑ کے نو صاحبزادے تھے جن میں قاسم الاولاد تھے دوسرے صاحبزادوں میں سے اکثر کی اولاد کا سلسلہ اب تک باقی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت ابو حنیفہؒ حضرت جعفر صادقؑ سے اکثر اور حضرت محمد باقرؑ اور حضرت زین العابدینؑ سے کثرت روایت کرتے ہیں اور زید شہیدؑ سے بھی بہت روایت کرتے ہیں۔ ان کے شاگرد بہت ہیں جیسے فضل بن عیاضؒ اور عبد اللہ بن مبارکؒ وغیرہ اور ان کا مذہب، اہل ہے پھر حضرت ابو حنیفہؒ کے تقویٰ اور کرامت کے واقعات بیان فرمائے۔



ایک مُرید نے عرض کیا کہ کیا بیعت نیا بٹہ بھی درست ہے؟ ارشاد فرمایا۔  
 ہاں حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ بہت سی عورتوں نے قصد بیعت کیا۔  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرصت نہ تھی حضرت عمرؓ کو بھیجنا کہ نیا بٹہ بیعت لیں۔  
 ایک مُرید نے دریافت کیا کہ حضرت شاہ خجہؒ کو چاہیگے کہ قبر کہاں ہے؟  
 ارشاد فرمایا کہ قریب آباد علاقہ دہلی کے قریب غریب کی جانب بہتہ ایکٹ  
 قائم ہے وہاں ان کی قبر ہے۔

ایک مُرید نے تانبے اور پیل کے برتنوں کا مسئلہ معلوم کیا۔ فرمایا۔  
 ان کا استعمال درست ہے لیکن تانبے کے برتن پر احتیاط و حفاظت کی غرض سے  
 قلعی کر لینا چاہئے تاکہ کھانا خراب نہ ہو بلکہ نہ ہونے کی صورت میں کراہت ہے۔  
 پیل کے برتن پر اگر قلعی نہ ہو تو مشابہت ہنود کی وجہ سے مکروہ و خلافِ ادنیٰ  
 قرار دیا ہے خصوصاً پیل کی تھالی اور لٹیا کہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہیں۔  
 راور اسی وجہ سے مکروہ ہیں، برخلاف مسلی، کٹورے کے کہ مسقوت کے ہاتھ میں ہوتے  
 ہیں یا بریں کسی خاص قوم کے ساتھ اسکی تخصیص نہیں رہی پیل کی پچی اور لوٹے کے  
 استعمال میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک مُرید نے عرض کیا، کیا ایک حنفی، امام شافعی یا کسی اور امام کے موافق

مل کر سکتا ہے۔ فرمایا ہاں ضرورت کے وقت کسی دوسرے امام کے مذہب پر  
مل کر سکتا ہے۔ میں نے ایک استفادہ کے جواب میں اس مسئلے کو مفصل لکھا ہے۔  
فرمایا کہ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اسلاف کی عمروں میں اور ان کے  
وقات میں بڑی برکت دی تھی۔ چنانچہ علامہ جمال الدین سیوطی مصری  
ثانیؒ جو کہ صاحب تصانیف کثیرہ تھے ان کے اوقات کا حساب لگایا گیا ہے  
۱۵۰۰ سال تکالینے کے بعد کہ وہ ان کے بچپن کا اور تحصیل علوم کا زمانہ ہے روزانہ  
۲۰ ورق ان کی تصنیفات کے بیٹھے ہیں۔ کب حج بیت اللہ کیا ہوگا اور  
ب درس علوم اور تدریس وغیرہ کا مشغلہ رکھا ہوگا؟  
فرمایا کہ۔۔۔۔۔ رسالہ عزیز شاہ عبدالعزیز شکر بار دہلویؒ

شیخ عبدالعزیز بن محمد طاہر بریلوی قاضی خاں کے غلیظ اور متاخرین مشائخ حضرت میں مشہور شخصیت  
۔ شریعت، طہریت اور حقیقت کے عالم تھے شروع ہی سے عبادت و ریاضت میں مشغول رہے یہاں تک  
ترجمہ شیخیت کو پہنچے۔ اتنا اور بھی کے پابند اوقات تھے۔ اپنے زمانے میں، تواضع، علم، عبیر، رضا،  
بیم و شفقت، برائی اور رعایت فقراء کے اندر اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ جو خدک یا دغا و رشاد کچھشت  
ہے اور آپ کے وجود مبارک کے ذریعے دہلی میں مسند ارشاد و شیخیت قائم رہا۔ ۱۰۰۰ میں جو پور میں  
پکی ولادت ہوئی ڈیڑھ سال کے تھے کہ اپنے والد ماجد شیخ حسن طاہر کے ساتھ جو پور سے دہلی آ گئے  
جمادی الاخریٰ ۱۰۰۰ کو وفات پائی۔ انھارا انتخاب



کی تصنیف ہے بڑا اچھا رسالہ ہے۔ رسالہ عینہ بھی بیان وحدت وجود میں اچھا  
کار رسالہ ہے اور خوب ہے۔ ان کے علاوہ انکی دوسری تصنیفات، اکو اب  
اسلوب وغیرہ بھی ہیں اور سب اچھی ہیں۔

فرمایا کہ کتاب مفتاح الفیض شیخ حسن طاہر کی تصنیف  
ہے انھوں نے سلوک میں یہ بڑی اچھی کتاب تحریر فرمائی ہے۔

فرمایا کہ وہ علوم حق کا میں نے مطالعہ کیا ہے اور اپنی  
بسام کے مطابق ان کو یاد بھی رکھا ہوں۔ ڈیڑھ سو علوم ہیں۔

ایک عالم نے عرض کیا کہ وہ عام طور پر ۴۴ علوم بتائے جاتے ہیں۔ فرمایا  
تفصیل علم کے اعتبار سے ہیں۔ (کہ مطالعہ کے اعتبار سے)

ایک شخص نے عرض کیا کہ ایک روز ذکر تھا کہ منظم خطبہ ہندوستان میں رواج

وہ راجہ عابد شہ کے مرید و خلیفہ تھے آپ کے والد شیخ طاہر طمان سے طلب علم کے سلسلے میں ملے تھے۔ وہ  
ایک وقت تک بلدہ ہار میں رہے شیخ حسن بھاری میں پیدا ہوئے۔ عالم شباب میں طلب علم کے زمانے ہی میں  
اور طلب معرفت و اشیر ہو گیا تھا۔ بنارس و اشوں کی خدمت میں رہنے لگے بعد ازاں راجہ عابد شہ کی  
خدمت میں پہنچے اور علماء میں سب سے پہلے ہی وہ شخص ہیں جو حضرت راجہ عابد شہ کے مرید ہوئے۔ جون پور میں  
سکونت اختیار کر گئے تھے بعد ازاں سلطان سکندر لودھی کی درخواست پر آول اگر پھر وہی تشریف لے آئے۔ وہیں  
کچھ عرصہ منڈل میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ سکونت اختیار کر گئے تھے ۱۲۰۰ ھ میں الاول شہ کو وصال ہوا اور ان کے

یا گیا ہے۔ تو کیا یہ جائز ہے؟ فرمایا مکروہ ہے مگر اس صورت میں مکروہ ہے جبکہ  
بائسل نظم ہی نظم ہو خواہ وہ نظم اردو میں ہو خواہ فارسی میں خواہ عربی میں۔ اگر  
بدنشر عربی، کچھ اشعار عربی، نصیحت آمیز، بڑھوسے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔  
فرمایا کہ۔۔۔۔۔ فوائد الفوائد ملفوظات سلطان المشائخ،

سلوک کا دستور العمل ہے۔ بہت ہی اچھی کتاب ہے۔۔۔۔۔ میر حیدر امیر خسرو نے  
بھی ملفوظات سلطان المشائخ جمع کئے ہیں لیکن وہ اس قدر مقبول نہیں ہیں۔  
فرمایا کہ۔۔۔۔۔ سلطان المشائخ عظیم الشان بزرگ تھے۔

اور ان کے خلفاء بھی کیسے کیسے عالیشان ہوئے ہیں جیسے حضرت انجی سراج الدینی  
شیخ سراج الدین عثمان او دہی، حضرت نصیر الدین چراغ دہلی،۔۔۔۔۔

فرمایا کہ۔۔۔۔۔ حضرت قداما وحشتیہ نے سماع، مزامیر کیساتھ  
نہیں سنا چنانچہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا، جو کہ سماع کے  
عاشق تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص مزامیر سے وہ میری محفل میں نہ آئے۔۔۔۔۔  
ارشاد فرمایا کہ۔۔۔۔۔ شیخ نسو کے نام کا کھانا نہ کھانا چاہیے اس لئے

۷۹۔۔۔۔۔ امروہ میں سلطان موزالدین کی قبور کے نامے ہیں اب ٹھیک سات سو سال پہلے سب سے پہلے اس مسجد  
حکومت کی جانب سے بنائی گئی۔ بعد ازاں میر محمد میر علی امروہی نے اس کی شان و شوکت میں اور بڑھا دیا۔ اس  
مسجد میں ایک مدرسہ بھی تھا جو مدرسہ معزز کہلاتا تھا۔۔۔۔۔ اس مسجد کے ایک مؤذن صدر الدین راقی تھے جنہوں نے









فرمایا کہ \_\_\_\_\_ غنوی مولانا \_\_\_\_\_ روم کل کی کل جواب فرمائیے  
 کی مانند ہے لیکن اس کا ایک شعر تو لاکھ روپیہ کا ہے۔  
 درکنار و لطف اوست و بیشتر بہر تقریب سخن بار و گر  
 یعنی اگر اللہ تعالیٰ بندے کی دعا کو قبول نہ فرمائے تو یہ بھی اس کا ایک ڈالطف حکم  
 ہوتا ہے اس لئے کہ اس صورت میں دوبارہ اس سے مناجات کرنے اور گھٹو کرنے کی  
 تقریب پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک شخص کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ \_\_\_\_\_ میں نے عربی اشعار ایک مدت  
 تک کہے ہیں اب ۵۰ سال سے کہنے موقوف کر دیئے ہیں۔ نیز فرمایا کہ عربی نظم  
 و نثر کی خوبی یہ ہے کہ اس میں عجیت بالکل محسوس نہ ہو۔ چنانچہ ہمارے خاندان میں  
 (عربی نظم و نثر کے اندر یہی بات ہے کہ بوجہ عجیت نہیں پائی جاتی)  
 فرمایا کہ \_\_\_\_\_ والد ماجد کی مثل مجھے کوئی شخص نظر نہیں آیا  
 علاوہ کمال علوم اور دیگر کمالات کے ان کو ضبط اوقات میں بھی کمال حاصل تھا  
 کہ بعد اشرق (تحریر و تصنیف کے لئے جا بیٹھتے تھے اور دوپہر تک زانو نہیں بدلتے  
 تھے حتیٰ کہ جسم کو کھجلا تے اور بھٹکتے بھی نہ تھے۔

ایک بزرگ نے عرض کیا کہ میں نے آپ کے جد امجد (حضرت شاہ عبدالرحیم)  
 کو خواب میں دیکھا ہے بالکل آپ کی صورت تھے۔ فرمایا ہاں میں اپنے دادا سے بہت  
 مشابہ ہوں۔

فرمایا۔۔۔۔۔ میں نے نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت  
 سے اشعار کہے ہیں اور والد ماجد کے ہر دو قصیدہ ہمزائیہ دیائے کو بخش کیا ہے۔ یعنی ہر  
 شعر پر تین مصرعے اپنی طراوت سے لگائے ہیں۔۔۔۔۔ ادبی تذکرے میں بہت بچوں  
 کا ذکر آگیا تو فرمایا کہ میں نے بھی بہت کو ایک شعر میں نظم کیا تھا وہ شعر یہ ہے۔  
 زنا زک طبع غیر از خود نمایاں نہی آید  
 درخت بید را دیدم کہ دائم بے غشا باشد  
 ترجمہ۔ نازک مزاج لوگوں سے سوائے خود نہالی کے اور کچھ نہیں آتا۔ میں نے  
 درخت بید کو دیکھا کہ نازک ہوتا ہے، دیکھا کہ ہمیشہ بے غشا رہتا ہے۔  
 فرمایا کہ۔۔۔۔۔ ہر چند والد ماجد نے مجھے شغل معاذ اور طلبت  
 سے منع فرما دیا تھا لیکن طلب رقی نفسہ، اچھی چیز ہے۔ گویا جاں بخشی ہے۔  
 نیز فرمایا کہ میں ایک مرتبہ بچپن میں بیمار ہو گیا تھا۔ ایک حکیم نے میرا علاج کیا  
 (ابن فضلہ تعالیٰ) مجھے شفا ہو گئی۔ والد صاحب نے ان حکیم صاحب سے فرمایا کہ  
 چونکہ تم نے مجھے خوش کیا ہے اس لئے بولو میں تمہارے حق میں کیا دعا کروں اگرچہ  
 اس انداز میں بات کہنی والد صاحب کی عادت کے خلاف تھی مگر حکیم صاحب  
 سے یہ بات فرمادی کہ حکیم صاحب نے عرض کیا کہ آپ دعا کر دیں کہ میں ملازم ہو جاؤں  
 اسی زمانے میں وہ شور و بے کے ملازم ہو گئے اور سواری بھی ان کو ملی۔ جب  
 انھوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کی



«عائے» ملازم ہو گیا تو فرمایا کہ تمہاری ہمت بہت کم تھی کہ تم نے فقط دنیا پر اور اتنی  
 حقیر چیز پر اکتفا کیا۔

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ منکر معظم میں اس وقت سلطان مراد (شاہ روم)  
 کی بنوائی ہوئی عمارت ہے جس کو سنہ ۱۰۱۶ء میں تعمیر کرایا تھا۔

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ قطب مینا رسات منزل کا تھا۔ اب چچ منزل رہ  
 گیا ہے۔ اس پر سے ایک فقیر تماشا شے کے طور پر جہت لگایا کرتا تھا اور کمال یہ کرتا تھا  
 کہ اپنے لمبے اور کھیر دار لباس کے ساتھ ہوا میں معلق ہو جاتا تھا پھر انتہائی کمال یہ دکھاتا  
 تھا کہ دیکھے کھڑے ہوئے تماشا یوں کے مجمع میں سے کوئی انعام کے لئے روپیہ دکھاتا  
 تو اس روپے کو لینے کے لئے اوپر سے نیچے جہت لگا کرتا تھا اور اس مجمع کثیر میں سے  
 اسی روپیہ دکھانے والے کو پکڑ لیتا تھا، حالانکہ اتنے جگھے میں ایک مخصوص شخص کا  
 شناخت کر لینا مشکل بات ہے۔ میں نے اس کا یہ کمال اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ ایک مرتبہ رمضان کے مہینے میں، ایک  
 رات میں نے دہلی کی جامع مسجد میں شمار کیا تھا ۵۰ جگہ حفاظ جماعت کے ساتھ  
 تراویح پڑھا رہے تھے۔

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ اگر آدمی کردار کا سچا اور سچا ہو تو بڑی اچھی بات  
 ہے۔ کتب سلوک میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک چور تھا اُس نے اپنے گروہ  
 سے یہ عہد کیا تھا کہ میں سوائے بادشاہ کے گھر کے کسی کے یہاں چوری نہیں کروں گا

چنانچہ ایک رات موقع پا کر وہ باہم بادشاہ پر چڑھ گیا، دیکھا کہ بادشاہ جاگ رہا ہے اور اپنی بیوی سے لڑائی کی شادی کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے، بیان گفتگو میں بادشاہ نے کہا کہ میں گرد و نواح کے شاہوں میں اس لڑائی کا رشتہ نہیں کروں گا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ کسی ایسے شخص سے اس کی شادی کروں جو صالح ہو اور دین کا بادشاہ ہو، بیوی نے کہا کہ آپ کس طرح پہچانیں گے کہ یہ دین کا بادشاہ ہے، جواب دیا کہ جو شخص ایک سال تک تکبیر اول فوت کے بغیر نماز باجماعت پڑھے گا وہ بلاشبہ صالح ہوگا یہ دوسری بات ہے کہ اس کو کوئی شرعی عہدہ ہو اور اس کی وجہ سے بھی تکبیر اول رہ جائے۔

اس چور نے جب یہ سنا تو چوری چھوڑ چھاڑ کر ایک مسجد میں ڈیرا ڈال لیا اور سال بھر تک اس کی تکبیر اول فوت نہیں ہوئی۔ اب سوال ہے اس کے کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کی تکبیر اول سال بھر تک فوت نہ ہوئی ہو؟ ایک سال گزرنے پر بعد تحقیقات، بادشاہ اس مسجد کی طرف گیا، سلام و کلام اور تعظیم و تکریم کے بعد بادشاہ نے اس شخص سے دریافت کیا کہ آپ کے پیرومرشد کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میرے پیرومرشد تو سرکار ہی ہیں اور پورا نقص بیان کیا۔ پھر بادشاہ کے کہنے کے باوجود، اس کی لڑائی سے اپنی شادی کرنا منقلو رہیں کیا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ نیت ہمیشہ ڈالنا ڈول رہا کرتی ہے، اسی بنا پر



بزرگوں نے کہا ہے کہ عمل خیر میں مشغول رہنا چاہیے، انشاء اللہ تعالیٰ کبھی نہ  
کبھی نیت درست ہو ہی جائے گی۔

فرمایا کہ \_\_\_\_\_ حکومت نواب وزیر (حکومت اودھ)

ابھی تک دارا کو حرب نہیں مہی۔ اگرچہ دارا الرض ہے۔ تجربے سے یہ بات معلوم  
ہوئی کہ اس حکومت میں بے برکتی بہت ہے۔ اگرچہ یہ بے برکتی انگریزوں کی غلامی  
والے علاقوں سے کم ہے۔

مولانا عبدالحلیم دہلوی (میرا معلم فرنگی محلی) کا اور آصفیہ الدولہ کے  
ان کو طلب کرنے کا ذکر آیا تو فرمایا کہ غازی الدین حیدر اگر مجھے بلا منصب  
وجاگیر بھی طلب کرے گا تو میں وہاں جاؤں گا، بشرطیکہ وہ میرے مسلک  
سے متعصب نہ ہو، اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ دکھاؤں گا کہ ایک مخلوق  
راجہ بدایت پر آجائے گی، اپنی تقاریر کا ڈھنگ بھی بدل دوں گا، یعنی  
وہ تقاریر بالکل اچھوتے اور نئے انداز کی ہوں گی جو سب میں مقبول ہوں  
گی اور لوگ متوجہ ہو کر دین حق اختیار کر لیں گے۔

ارشاد فرمایا کہ \_\_\_\_\_ پانی کم پینے سے قوت گویائی بڑھ جاتی ہے

چنانچہ حکیم سنائی نے فرمایا ہے۔

ذہن ہندی و نطق اہلبانی  
بود از کم خوری و کم آبی

یعنی ہندوستانی کا ذہن کم کھانے اور عرب کے دیہاتی کی قوت گویائی کم پینے کی وجہ سے ہے)

فرمایا کہ ————— ہر قوم کا ذہن کسی کسی فن میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ذہن بنیاد، حساب میں اور ذہن انگریز، جزوی صنعت و حرفت میں اور ریاضیات میں خوب ہے، اگرچہ وہ دقائق منطقہ اور مسائل الہیات و طبیعیات کو کم سمجھتے ہیں۔ **الاما شاء اللہ۔**

فرمایا کہ ————— ڈیوے ایسے ہیں کہ تین حواس اُن سے لذت یاب ہوتے ہیں۔ ولایت میں سید اور ہندوستان میں ام۔ قوت باصرہ ان بیووں کے رنگ سے، قوت شامہ ان کی خوشبو سے اور زبان ان کے ذائقے سے لذت حاصل کرتی ہے۔

فرمایا کہ ————— کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے۔

کیسا خواہی، زراعت کن کہ خوش گفت آنگ گفت

ز ریع را تلشیں زراست و ثلث دیگر ہم زراست

یعنی اگر تو کیمیا کا خواہش مند ہے تو زراعت کر، بقول شخصے ز ریع رکھیتی، کے حروف میں دو ثلث تو زر ہے ہی، آخری ثلث بھی عین ہے جس کے معنی سونے کے ہیں)

چہل قدمی کے وقت لڑا ب فنیض محمد خاں وغیرہ امراء، سواری سے اُتر کر



ملاقات اور مصافحہ کر رہے تھے، ان میں بعض اُمرار ایسے بھی تھے کہ پھر  
سوار نہیں ہوئے، حضرت والا کے پیچھے پیچھے چلتے تھے (اسی چل قدمی کی  
حالت میں) فرمایا کہ میں اس مرض سے جس کی بنیاد پر یہ چل قدمی کر رہا  
ہوں — دیکھ امراض کے مقابلے میں زیادہ تکلیف محسوس کرتا ہوں —  
پھر یہ شعر پڑھا۔

ما و محبوں ہم سبق بودیم دردِ یوانِ عشق  
اولِ صحرِ اُرفت و مادر کو چہا رسوا شدیم  
یعنی میں اور محبوں دونوں مکتبِ عشق میں تعلیم پایا کرتے تھے — وہ  
جنگل کی طرف چلا گیا اور میں گلی کوچوں میں رسوا ہو گیا —  
پھر فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو وہی بہتر ہے —  
چوں طمع خواہد ز من سلطانِ دین  
خاکِ برفِرقِ قناعت بعد ازین  
یعنی اگر سلطانِ دین مجھ سے بالفرض طمع کا مطالبہ کرے تو پھر میں طمع  
کروں گا اور قناعت کے سر پہ خاکِ طُالِ دُول گا  
پھر بدیر خسرو کے وہ اشعار پڑھے جو تعریفِ دہلی ہیں ران میں کا ایک شعر یہی  
حضرتِ دہلی گنفت دین و داد  
جنتِ حدن است کہ آباد باد





خدمت ہو جاؤں تو انھوں نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ کے یہاں آنے میں ایک قباحت ہے اور وہ یہ کہ آپ مجھ (ناکارہ) کو دیکھ کر نہ سمجھیں گے کہ اولیائے سابق ہیں اسی طرح کے ہوں گے جیسا کہ یہ ہے، اس صورت میں اولیاء کی طرف سے آپ کا ذہن غلط ہو جائے گا۔

ایک شخص نے دریافت کیا کہ فرض نماز میں امام کو لقمہ دینا درست ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا کہ — فقہاء نے اس میں اختلاف کیا ہے صحیح تر یہ ہے کہ لقمہ دینا چاہیے۔ اگر امام نے ایسی غلطی کی ہے جس میں معنی بدل رہے ہیں تو لقمہ دینا فرض ہے ورنہ مستحب۔

ارشاد فرمایا کہ — سورہ فاتحہ میں، اِھْدِنَا سَبِيلَ الْمُسْلِمِینَ کا جو وزن ہے اس میں وصل کر کے یعنی اِھْدِنَا سے مل کر، پڑھنا اچھا نہیں ہے اگرچہ نماز میں کوئی غلط نہیں آتا۔

ارشاد فرمایا کہ — کسی بزرگ کے بارے میں ایسا عقیدہ قائم نہ کرنا چاہیے جو خطرات کتاب و سنت ہو۔ سمجھ کر عقیدت کرنی چاہیے۔ اور سوچنا چاہیے کہ اولیاء کے حالات نکٹے والا سوائے کرامت اور خرقہ عادت کے اور باتیں کب لکھتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ — انبیاء معصوم اور اولیاء محفوظ ہیں — معصوم وہ ہے کہ اس سے باوجود استعدادِ گناہ، گناہ کا سرزد ہونا محال ہو، اور

محفوظ وہ ہے کہ گناہ اس سے ممکن ہوا اگرچہ واقع نہ ہو۔

پہلی صورت مستلزم محال ہے دوسری ممکن غیر واقع۔

ارشاد فرمایا کہ۔۔۔۔۔ ۵ اشعبان کی رات دشب برات کو مغرب

کے وقت سے لیکر صبح صادق تک تجلیات الہی کا نزول آسمان دنیا پر ہوتا ہے اگر ہو سکے تو تمام رات ورنہ اکثر حصہ شب میں عبادت کرے۔

ارشاد فرمایا کہ۔۔۔۔۔ فن ریاضی میں مولوی رفیع الدین (دہلوی)

سے بہتر شاید ہند اور بیرون ہند میں کوئی نہ ہوگا۔ اہل قصبات کو اس قسم کے فنون سے مناسبت نہیں ہوتی۔ ہاں مولوی عبدالعلی صاحب (بھراہنہ) فرنگی محلّی کو مناسبت و بہارت ہے۔

فرمایا۔۔۔۔۔ آج کی رات دشب برات میں، سب مومنین کی

بخشش ہوگی مگر مشرک، کینہ ور، طواف، زنا کار، والدین کا ناشکرانہ رشتے داری کو منقطع کرنا والا، ناحق قتل کرنے والا اور تکبر وغیرہ یہ لوگ نہیں بخشے جائیں گے۔

امیر خسرو کا یہ شعر پڑھا حضرت دہلی کتب دین و داد الخ پھر فرمایا کہ جس

وقت امیر خسرو نے یہ اشعار دہلی کی تعریف میں کہے ہیں اس زمانے میں دہلی ایسی ہی تھی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ موجود تھے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت جب کوئی شخص حیاث پور رہی حضرت نظام الدین اولیاؒ میں داخل





ایک صاحب نے دریافت کیا کہ بعض اعمالِ سفلی، قوی التاثر اور بعض اعمالِ علوی ضعیف التاثر پائے جاتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا کہ شرع شریف میں اعمالِ سفلی سے جو منع کیا گیا ہے وہ اس بنا پر ہے کہ ان سے دین کو نقصان پہونچتا ہے۔ اُن کی تاثیر سے انکار نہیں کیا گیا ہے جیسے زہر ہے کہ وہ حرام ہے مگر اس کی تاثیر کی قوت بھی بالکل ظاہر و مسلم ہے۔

ایک دن حضرت شاہ صاحب حسب دستور چل قدمی کر رہے تھے (چھوٹے چھوٹے بچوں نے بھی بڑوں کی دیکھا دیکھی راستے میں حضرت والا سے مصافحہ کیا اس پر ارشاد فرمایا کہ بچے بڑوں کو بوقت چل قدمی مصافحہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو خود بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ مقلد اور محقق کا فرق یہی ہے محقق جو کچھ کرتا ہے سمجھ کر کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ (اچھے کام کی تقلید بھی اچھی ہے بسا اوقات کام آجاتی ہے۔

فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز شکر بار دہلوی کے برادر کلاں خیالی تخلص کرتے تھے پھر اُن کے چند خلفاء کے نام بیان فرما کر ان کی ایک مشہور غزل پڑھی جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

اے تیر غمت را دلِ عشاق نشاء

خلقے تو مشغول، تو غائب زمیان

تراویح پڑھتے وقت زور کی بارش آگئی مگر امام نے قرأت کم نہیں کی لوگ



زیر ہمو گئے اس کو سن کر ارشاد فرمایا کہ ایسے وقت میں ہنسا تو ذکر سائبان  
یا پخت کے نیچے چلا جانا بہتر ہے خصوصاً بعض بیماروں کا خیال کر کے (جو جاہلیت  
میں ہوں گے) نیز ایسے وقت میں کم پڑھنا چاہیے اور سورہ کوثر حبیبی سورتوں،  
پر اکتفا کرنا اچھا ہے۔

**فرمایا کہ** \_\_\_\_\_ دو واقعے ہمارے سامنے عجیب پیش آئے  
جن میں سے ایک قاضی سونی پت کا ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں حلقہ پیتا تھا اور  
کہتا تھا کہ دھواں کھینچنا بموافقی روایت ہدایہ درست ہے۔ کیونکہ اس میں لکھا  
ہے کہ اگر خاک غبار اور دھواں حلق میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ بہت سے  
لوگ اس زنادان جاہل، قاضی کا اتباع کرتے تھے۔ میں نے ہر چیز سے سمجھایا کہ  
جائی دخل و افعال (دھواں داخل ہونے اور داخل کرنے) میں بہت بڑا فرق  
ہے مگر اس قاضی کی سمجھ میں نہیں آیا۔

**ارشاد فرمایا کہ** \_\_\_\_\_ اصل چیز کیفیت و نسبت ہے اس کو  
ماصل کرنا اور اس میں مشغول رہنا چاہیے باقی موافق استعداد جو کچھ مقدر ہے  
ظہور میں آئے گا۔

حدیث مطرب مے گو و راز دہر مکرتر جو  
کہ کس نکشود و نکشاید حکمت اس معمارا

۱۔ ہم تو ذوق و شوق کی باتیں کر رہے اور راز دہر کو مست قانع کر دینا کسی نے بھی ہدائی نہیں کیا۔

ارشاد فرمایا کہ — میرے وارداتِ ثواب نسبت اور کشف کے  
جامع تھے۔ ایسے جامع اشخاص کم ہوا کرتے ہیں جس کسی میں نسبت قوی ہوتی  
ہے اس کو کشف کم ہوتا ہے اور جس کو کشف زیادہ ہوتا ہے نسبت کمزور ہوتی ہے۔  
پھر فرمایا کہ اصل چیز دل کا رنگین ہونا ہے کہ یہی چیز وقت مرگ اور بعد مرگ  
کام آئے گی۔ — فقط کشف گوئی دنیا کمانے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔  
ارشاد فرمایا — ایک غزل بہت اچھی معلوم ہوئی اس کا پہلا  
شعر یہ ہے ۔

میر جا کہ کہنم خاں بہم خستہ نہ ترا یا ہم  
آبخاں روم بہر گز کا سب نہ ترا یا ہم

ارشاد فرمایا — تعزیت کے واسطے جانے میں بہت ثواب ہے۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تعزیت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔  
سحری کے متعلق ایک سوال کے جواب میں منجملہ ارشادات کے یہ بھی  
فرمایا کہ سحری کھانے کا ایک نقد فائدہ تو یہ ہے کہ صبح صادق سے پہلے بیدار

رہو گندہ کھانی کا اثر، ناخوشی و ملالت سے اس معنی کی عقدہ کشائی نہیں کی۔

اس میں جو بھی ممکن ہو اور ہاں تھے ہم غار پاتا ہوں اور میں ایسی جگہ جاتا رہی نہیں جہاں تھے

نہ پاؤں ۔



ہو جائے گا اور کم از کم اتنی بات تو ہوگی کہ اسکی عادت کے خلاف ایک عمل ہو جائے گا ورنہ ہر مصلحت شارع یہ معلوم ہوتی ہے کہ درمضان میں کھانے کے وقت تو کھانے نہیں اور جو عینہ کا اور آرام کا وقت جو اس میں کھانا کھلا میں رہا جو صنعت کے ہاں مضمون کی تقریر اس طرح فرمائی کہ سوال کرنے والے نے اپنے دل میں طے کیا کہ مقتداؤں اور بزرگوں کی سمجھی ہوئی اور فرمائی ہوئی بات پر ہی عمل کرنا چاہیے۔ ان کی سمجھی ہوئی بات کو چھوڑا نہ جائے بدل و جان قبول کیا جائے اگرچہ بالفعل اسکی حقیقت دہن نشین نہ بھی ہو۔

ارشاد فرمایا \_\_\_\_\_ مردم روم و کشمیر با طبع خوش الحان ہوتے ہیں۔ میرے بچپن کے زمانے میں ایک خطیب روم سے دہلی آئے تھے انکو خطبے کو سن کر لوگ بہوش ہو جاتے تھے بعضے دہن گوش ہو کر بیٹھتے رہتے تھے، بعضے دل بکڑ لیتے تھے اور جو لوگ بہت ہی سخت دل ہوتے تھے وہ یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ اس خطیب کی آواز تیر کی طرح براہ راست دل تک پہنچتی ہے۔ فرمایا کہ بعض اہل قلم نے لکھا ہے کہاں تک یہ ہے اس کو خدا جانے کہ ایک دن داراشکوہ پسر شاہجہاں نے حقائق لاہور کو جمع کیا صرف ایک محلے سے پانچ ہزار حافظ کل کر آئے۔ فرمایا کہ دہلی میں حکیم اور شاعر بہت ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس شہر کو شعر سے اور تاریخ سے طبعی مناسبت ہے اور اسی کو علم سمجھتے ہیں تحفہ انوار کے بارے میں فرمایا کہ ایک شخص نے اس کتاب کی تعریف میں لکھا تھا کہ یہ ایک



ایسی کتاب ہے کہ اگر اس کی برابر سونلے کر اس کو بیچ جائے تو بائع کو خسارہ  
رہے گا۔

ارشاد فرمایا کہ — اگر کوئی شخص داد صاحب و حضرت شاہ  
عبد الرحیم کے مزار پر جا کر مراقب ہو رہے تو نسبت ابو العالیٰ کے آثار محسوس  
کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ داد صاحب نے خلیفہ ابو القاسم (ابو العالیٰ الکبر آبادی)  
کی بہت کچھ صحبت اٹھائی ہے اور ان سے فوائد حاصل کئے ہیں۔ رمضان المبارک  
میں افطار کے بعد اور صبحی میں پانی زیادہ پینے اور معمول کے مطابق عرق  
بادیان وغیرہ کا استعمال نہ کرنے کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب کے چہرہ اقدس  
پر اور آنکھوں پر ورم بہت آگیا تھا اور یہ ورم کچھ دنوں رہا — حکماء و اہل بیت  
جب حالات مزید دریافت کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ میری صورت دیکھ لو میرا  
حال نہ دریافت کرو میرا ظاہر حال تو یہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو اور میرا باطن اس  
سے بھی زیادہ خراب ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ اس زمانے میں مقامات فنا  
و بقا میں قوت کیوں نہیں ہے؟ فرمایا کہ — میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ ہر زمانے  
کی ولایت اس زمانے کی سلطنت کے مثل ہوتی ہے۔ ایک شخص بادشاہ وقت  
(اکبر شاہ ثانی) کا بھیجا ہوا آیا۔ اس نے بادشاہ کی طرف بعد سلام التماس کیا کہ  
چونکہ وبا شدت سے پھیلی ہوئی ہے اس لیے میں کل کو بغرض دعا چار گھنٹی تک  
چڑھے جامع مسجد میں آؤں گا حضرت والا بھی تشریف لے آئیں — پھر اس



قاصد نے سوال کیا کہ وہا کے زمانے میں دوسرے شہر کو چلا جانا جائز ہے ؟  
 ارشاد فرمایا منع آیا ہے۔ اس لئے کہ بعض بے تیمار وار رہ جائیں گے اور  
 شکستہ دل ہوں گے۔ ارشاد فرمایا کہ قحط وغیرہ مصائب میں ذمی کی بیح اور  
 احرام مسلم کی بیح کو طأ الہدایہ شایع ہدایہ نے جائز لکھا ہے اور بعض علماء نے قصبہ  
 مشرقی دہلی اور دہلی نے اس کے مطابق فتویٰ بھی دیا ہے۔ چنانچہ میں نے مولوی  
 نظام الدین دہلوی مہلتی کے دستخط کا فتویٰ خود دیکھا ہے۔ مگر میں اور میرے اکابر  
 اس قول پر فتویٰ نہیں دیتے اور اس بیح کو صحیح نہیں جانتے۔

ایک مُرد نے عرض کیا کہ جس دن کے لئے بادشاہ نے آدمی بھیجا تھا اس دن  
 بادشاہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی ؟ میں تو حضرت شاہ غلام علی کے ساتھ تھا  
 پیچھے رہ گیا، اول تو میں بادشاہ کی سواری اور اس کے ترکہ احتشام کا نظارہ  
 جامع مسجد سے باہر کرتا رہا۔ اس کے بعد ہر چند چاہا کہ آپ کے اندر جا کر ملاقات  
 کروں مگر کثرتِ حجوم کی وجہ سے موقع نہ مل سکا۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا  
 کہ میں جامع مسجد کی سیڑھیوں تک پہنچا تھا کہ بادشاہ بھی پہنچ گئے، سلام و  
 مصافحہ ہوا۔ بادشاہ نے کہا کہ جناب عافی کو بہت تکلیف ہوئی۔ میں نے کہا کہ آپ  
 کے پاس خاطر اور خلق اللہ کے نفع کے لئے تکلیف اٹھانے میں کیا مضائقہ ہے ؟  
 ..... پھر میں نے ایک گوشے میں نماز دو گنا ادا کی اس کے بعد بادشاہ نے مجھے  
 اپنے پاس بلایا۔ میں نے چاہا کہ تواضع اور معذرت کہنے کے بعد بادشاہ سے کچھ دور بیٹھوں



مگر اس نے اپنے قریب ہی بٹھایا۔ تو یہ بکلا اور دعا کی تلقین کی گئی۔ اسکے بعد شاہ غلام علی کی تعریف کر کے میں نے بادشاہ سے کہا کہ ان کو بھی بلائیے چنانچہ وہ بھی بلائے گئے۔ پھر ہم نے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

فرمایا کہ انگریزوں کے شروع زمانے میں ایک سال بارش رک گئی خشک سالی ہو گئی، بادشاہ پیادہ یا عید گاہ تک گیا اور مجھ کو بلایا اتفاق ایسا ہوا کہ عید گاہ کی طرف جانے کے وقت آسمان پر کچھ بادل تھا بھی اور واپس آنے کے بعد وہ بھی نہ رہا۔ ایک نواب صاحب نے سلام کر کے مجھ سے کہا کہ طلبیہ بربادوں کے واسطے قشربت لے گئے تھے یا بارش رکوانے کے لئے؟ میں نے جواب دیا کہ وہ بادل جو دکھائی دے رہا تھا ناقص و ناکارہ تھا۔ ایسے بے فائدہ بادل کو پھانسنے اور کارآمد بنانے، بادل کی طلب کے لئے گیا تھا۔ نواب صاحب کہنے لگے۔ کہ جناب کی تقریر کے آگے کون کا یہاب ہو سکتا ہے؟ عرض کیا کہ نواب صاحب نے ایک قسم کا استہزاء کیا تھا جس کا جواب دیدیا گیا، دوسرے دن بھی برائے استقامت عید گاہ جانا ہوا اور بارش نہیں ہوئی۔ تیسرے دن گئے تو خوب ابر آیا اور خوب بارش ہوئی چنانچہ تربت واپس آیا۔ نواب صاحب نے شرم کے مارے اپنے مکان کا دروازہ بند کر لیا میں نے آواز دی کہ جناب دروازہ تو کھولئے انھوں نے دروازہ کھولا اور کہا کہ واقعی اچھا بادل آیا اور ناقص چلا گیا۔ ان پریشانی کے آثار نہ تھے۔ انھوں نے معذرت بھی چاہی۔



نواب عبدالقادر علی خاں کے نام — جو حضرت کے مرید تھے، ایک  
مرید سے مکتوب گرامی تحریر کرایا، کا قصص اور عمدہ ذکر تھا اس پر فرمایا۔  
شیخ کصاف اور نباشد گو سفاں کہنہ باش  
رند و درویش آرا با این تکلفت چہ کار

ایک شخص نے ایسے درود کی درخواست کی جس کے پڑھنے سے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہو جائے — فرمایا کوئی سنا بھی درود  
پڑھا اگر زیارت مقدر ہے تو ضرور ہوگی۔ بارہا تجزیہ ہو چکا ہے کہ جو کوئی زیارت  
کے سلسلے میں زیادہ گوشہ نشین کرتا ہے زیادہ دیر میں کامیاب ہوتا ہے۔ اور جس کے  
نصیب میں زیارت ہوتی ہے وہ آسانی سے فیض یاب ہو جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ — میں نجیب خان کو نجیب الدولہ کی  
عبادت کو نجیب آباد میں ہوں وہاں کے بعض دیکھتے واقعات بھی سنائے  
پھر فرمایا کہ نجیب الدولہ کے یہاں تو شو عالم رہتے تھے جن کی پانچ سو روپے سے  
لے کر پانچ سو روپے تک تنخواہ تھی۔ تین قاضی حنفی، شافعی اور مالکی مذہب کے

۱۔ نسخہ خطی کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں نواب عبدالقادر علی خاں نام لکھا ہے۔

۲۔ اگر قصص اور عمدہ کلام نہیں تو پرانا مٹی کا پیالہ ہی ہے۔ بے تکلف اور آزاد مزاج آدمی کو تکلفات  
سے یکساں؟

موجود تھے، ایک حسنی قاضی کو بھی بلایا تھا، مگر وہ چلا گیا۔

ارشاد فرمایا کہ \_\_\_\_\_ سلطان عالمگیر نے میرزا بد کے علم و  
تشریح کا شہرہ سن کر ان کو ہرات سے بلایا اور بحسب اکبر آبادی اگرہ، بیٹایا اور اس  
کے بعد قاضی کابل۔ اکبر آباد کے زمانہ قیام میں میرزا بد نے شرح موافقت وغیرہ  
تین کتابوں کے حواشی لکھے اور شاگرد بھی تیار کئے، چنانچہ دادا صاحب یعنی  
حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے جن کو میرزا بد، اخوند کہا کرتے تھے، معقول کی تہم کتابیں  
میرزا بد ہی سے پڑھیں اور شریک مسودہ حواشی بھی رہے۔ میرزا بد کو فقہ میں  
کم دخل تھا۔ ایک امیران سے شرح وقایہ پڑھنے آتا تھا اس کو دادا صاحب کی  
موجودگی کے بغیر سب سے نہیں پڑھاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ میرزا جان کی تقریری  
جان ہے اور اخوند کی تقریر جانِ جان ہے۔

ایک محفل میں تقریر کی معنوی حیثیت سے اقسام بیان فرمائیں، پھر فرمایا کہ  
والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تقریر درس وغیرہ میں وجد انگیز ہوتی تھی،  
مولوی احمد اللہؒ نے عرض کیا کہ حضرت والاکے تقریر بھی وجد انگیز ہوتی ہے جو اہم و  
خواص دونوں اس کو سن کر وجد میں آجاتے ہیں۔ فرمایا کہ جو چیز ناپائیدار اور فانی

عہ میرزا بد کے استاد تھے

عہ نسخہ مطبوعہ میں نام کی جگہ پر اس ہے فیض علی مسلم پورہ میٹھی علی گڑھ میں احمد اللہ نام درج ہے۔



ہے اگر اچھی بھی ہو تو کیا ہوتا ہے۔ پانچ چار چیزیں خولی پیدا کرنی چاہیے یعنی نسبت  
سے اللہ میں قوت پیدا کی جائے۔

ارشاد فرمایا کہ \_\_\_\_\_ اگرچہ تفسیر فتح العزیز بھی اچھی خاصی کتب  
ہے لیکن تحفہ اشاعرہ میں عجیب و غریب تقاریر درج ہو گئی ہیں۔  
ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ عبد بزرگوار (حضرت شاہ عبدالرحیم) وقت بسمت  
یہ دہریہ ہندی بار بار پڑھتے تھے۔

بات جھڑتے یوں کہے کاری بن کے رکے

اب کے بچھڑے ناطے دور پڑیں گے جائے

ارشاد فرمایا کہ \_\_\_\_\_ جب والد ماجد مکہ معظمہ گئے تو حضرت حسن  
رضی اللہ عنہ کو خواب میں دکھا کہ انھوں نے ایک چادر والد ماجد کے سر پر ڈالی اور  
ایک قلم عنایت کیا اور فرمایا کہ یہ میرے نانا کا قلم ہے پھر فرمایا کہ ابھی بھڑے دہریہ  
چھوٹے بھائی حسین بھی آپسے ہیں حضرت حسینؒ کے وہ قلم اپنے دست مبارک سے

مطبوعہ قلمی نسخوں میں وہ ہرہ قریب قریب انھیں الفاظ میں درج ہے۔ اس کے پہلے مصرعے کے  
بعض الفاظ کا مفہوم بھی معلوم نہ ہو سکا بعض لوگوں کی زیادتی پہلا مصرعہ اس طرح سنایا۔ پتا لانا ڈال سے لے  
لگتی پتوں اڑائے۔ یہ صورت خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب پتے ہوا کے چھوٹوں سے درخت سے گرتے ہیں تو  
منتشر ہو جاتے ہیں کوئی نہیں اور کوئی نہیں۔ ایسے ہی موت بھی حیدرانی کا پناہ مانے کا آتی ہے۔

ترش کر والد ماجد کو دیا۔ اس وقت سے حضرت والد ماجد کا حال نسبت اور  
 حال علم و تقریر ہی دوسرا ہو گیا تھا چنانچہ اس سے پہلے جن لوگوں نے آپ سے استفادہ  
 کیا تھا وہ آپ کے اندر نسبت سابق بالکل محسوس نہیں کرتے تھے۔ قبر شریف میں  
 بھی بذریعہ مراقبہ ان سابقہ نسبتوں میں سے کسی کا احساس نہیں ہوتا۔ ہر چند وہ  
 طریقت کے سلسلے میں قدرتِ تعلیم رکھتے تھے لیکن نسبتِ نبویؐ کا غلبہ  
 ہو گیا تھا۔

جب برادر عزیز القدر، فخرِ فضلائے زماں مولانا شاہ رفیع الدین صاحب  
 کو مرضِ وفات لاحق ہوا تو حضرت والا ایک دن دوبار عبادت کے لئے تشریف  
 لے گئے۔ اثناءِ راہ میں ایک مُرید نے عرض کیا کہ مولوی رفیع الدین صاحب کی  
 زندگی سے تمام خاندان بلکہ دہلی بلکہ ہندوستان کی زندگی وابستہ ہے خدا خاندان  
 کو سلامت رکھے، یہ سن کر فرمایا کہ وہ جاہل بھی ہوتے تو مجھے ان کا ایسا ہی درد  
 ہوتا مگر جب کہ وہ ایک عالم کے لئے فیضِ رساں ہیں تمام عالم کو ان کا درد ہے  
 ۔ پھر فرمایا کہ ہماری زندگی تو برائے نام ہی ہے۔ اس وقت جو کچھ فیض ہے ان  
 ہی کا ہے پھر فرمایا کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک تمام بندے چھوٹے بچوں یا بڑے  
 یکساں ہیں وہ حیات و رزق کے معاطر میں غنی مطلق ہیں ان کو کیا پرواہ، ان کے  
 سامنے کسی کی لیاقت اور قابلیت نہیں ملتی و کوئی لائق و فاضل ہوا کرے۔  
 شاہ رفیع الدینؒ کی رحلت کے وقت بہت سے لوگ جمع تھے حضرت والد ماجدؒ



سے فرمایا کہ وہ تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہیں، نیز سورہ نسیم پڑھتے رہیں۔  
 — علماء بخاری شریف کا ختم کر رہے تھے۔ خود مراقبے میں دوڑاؤ بیٹھے تھے۔ کچھ  
 وقفے کے بعد، استفسار حال کر لیتے تھے جب کانوں میں یہ خبر پہنچی کہ مولوی  
 رفیع الدین نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی تو غناک ہوئے اور دوسروں  
 کو تسلی دینے کے لئے باہر تشریف لائے۔ قبر کے لئے جگہ تجویز ہوئی، بعد غسل و جنازہ  
 باہر لایا گیا۔ چہرہ اقدس پر نگاتا مارا سو بہا رہے تھے۔ جنازے کو خود بھی اپنے ہاتھ سے  
 پکڑا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت والا جنازے کے آگے چلیں، ارشاد فرمایا کہ میں  
 یہی چاہتا تھا مگر جنازہ اٹھانے والوں کے حجوم نے سبقت کی، لوگ آگے بڑھ چکے  
 ہیں میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ جو کچھ منظور الہی ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ میرے تمام حالات  
 اضطرابی ہیں۔ بچوں میں پھرتے ہیں پھرتا ہوں، مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ —  
 اس کے بعد نماز جنازہ ادا کر کے لوگوں کو اذن عام دیا کہ جو جانا چاہے چلا جائے،  
 پھر مقبرہ میں گئے۔ کچھ تیار کی جا رہی تھی۔ شاہ صاحب جنازے کے قریب اپنے والد  
 ماجد حضرت شاہ ولی اللہؒ کی قبر کے سامنے مراقبے میں بیٹھ گئے۔۔۔ دفن کے بعد  
 لوگوں کو ہٹا کر قبر پر مٹی ڈالی۔ جب قبر درست ہو گئی تو بغیر چالیس قدم چلے دھا  
 کر کے اور السلام علیک کہہ کر رخصت ہوئے۔ سجدہ سکین تھے۔ پہلے زمانے مکان  
 میں تشریف لے گئے پھر مدرسہ میں آئے لوگوں کو رخصت کیا اور سکین دی۔ یہ بھی  
 فرمایا کہ میرے مرحوم سے چار رشتے تھے، ایک تو برادر حقیقی تھے، دوسرے والد ماجد



نے ایک موقع پر یہ فرما کر میرے سپرد کیا تھا کہ یہ تمہارا فرزند ہے تیسرے میری دایہ کا  
دودھ انھوں نے پیا تھا چوتھے میرے شاگرد تھے۔

حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ مرحوم، حضرت والا کے منظرِ علم تھے،  
فرمایا کیا کہوں طاقت گفتار نہیں ہے بس اب سوالے وقت درس کے مجھ سے  
کچھ سوال نہ کر دیکھ کر گریہ طاری ہو گیا۔ جب بس جنازہ گریہ کناں جا رہے  
تھے تو اس وقت بھی لوگوں سے مولانا رفیع الدین کے حالات بیان کرے منع  
فرما رہے تھے اور فرماتے تھے کہ بس **إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ** بڑھو

شاہ رفیع الدین کی وفات کے بعد ایک دن فرمایا کہ ہمارے رشتہ دار بھائیوں  
کی وفات میں ترتیب منگوا کر واقع ہوئی ہے، یعنی سب سے پہلے مولوی عبد الغنی  
و حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید کے والد ماجد جو سب سے پہلے تھے فوت ہوئے،  
بعد ازاں مولوی عبد القادر جو ان سے بڑے تھے، اس کے بعد مولوی رفیع الدین  
جو ان سے بڑے تھے فوت ہوئے اب میری باری ہے میں سب میں بڑا تھا۔

ایک موقع پر ایک مُرید سے دریافت فرمایا کہ تم نے اچھے صاحبِ دماغی  
کو دیکھا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ میں ڈھاکہ سے لے کر دہلی تک اکثر بزرگوں  
کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور ان کے ارشادات و توجہات سے فائدہ  
اٹھانے کا موقع ملے ان میں سے ممتاز اکابر کے چند طبقات بھی میں نے قائم کئے  
ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ احوال، بزرگانِ ڈھاکہ کا نیز حضرت شاہ غلام علیؒ کے بیان



کر کے کہا کہ طبقہ ثانیہ میں شاہ اچھے صاحب کو باعتبار علم و عمل، اس فن طریقت کا بانی سمجھتا ہوں۔ دوسرے شاہ نعمت اللہ صاحب (قادر علی) ساکن پھلواری کو بھی ایسی ہی تصور کرتا ہوں۔ پھر تھوڑے تھوڑے حالات ہر مقام کے اکابر کے مع ان کی نسبت اور کیفیت کے بیان کئے۔

ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عالم کو عاقل و فاضل حاصل ہے جس طرح الفاظ کو معانی پر فضیلت ہے لیکن (خواہ مخواہ) کسی کو کسی پر فضیلت دینا کچھ اچھا مشغلہ نہیں ہے۔ پس خدا بہتر جانتا ہے۔ میں نے جو عالم کو عاقل و فاضل کہا وہ موافق ظاہر ہے۔ ورنہ حدیث میں آیا ہے کہ بہت سے تلاوت کرنے والے ایسے

ع۔ مبدال احمد عرف اچھے صاحب مارہروی اپنے والد ماجد شاہ حمزہ مارہروی کے سر پرست و پیروکار تھے اور اپنے وقت کے مشائخ عظام میں سے تھے۔ آپ نے اپنے وصیت نامے میں شریعت کی پابندی کی غرض سے یہ تاکید فرمائی ہے،، وربع الاول ۱۲۳۵ھ کو انتقال فرمایا اور مارہروہ میں اپنے آبائے جد کے قریب دفن ہوئے۔ (انوار العارفین و نزہۃ الخواطر جلد ۱)

ع۔ الشیخ العارف الکبیر نعمت اللہ بن حبیب اللہ بن ظہور اللہ الہاشمی اچھلواوری، مرحوم الحرمہ ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے اکثر کتب و دیوانہ و جدید کتب پھلواری سے پڑھیں، پھر اپنے والد ماجد سے طریقت کو حاصل کیا اور ان کے جانشین ہوئے۔ بہت سے علماء و مشائخ نے آپ کے استفادہ کیا۔ آخر ماہ شعبان ۱۲۵۶ھ میں انتقال فرمایا۔ پھلواری میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ (نزہۃ الخواطر)



ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے یعنی وہ ظلم بھی کرتے ہیں اور قرآن بھی پڑھتے ہیں اور بعض علماء میں کہ جو بے عمل ہیں ان کے حق میں بھی مذمت آئی ہے، پھر فرمایا کہ علم دین، غذا کی مانند ہے اور دیگر علوم مسالے کے مثل ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ ————— ایک شخص دو بد ور قیص کی حالت میں کچھ رہا تھا "عشق بازی شکل" ہے۔ اس کے قریب ایک ایسا شخص تھا جو فکر معاش اور عیال داری میں پھنسا ہوا تھا اس نے بھی دو بد کر کے کہنا شروع کیا کہ "کنبد داری اور عیال داری شکل" ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ————— اگر کوئی امام لوگوں کے جماعت میں شامل ہونے کی غرض سے قرأت کو کچھ طویل کر دے تو جائز ہے جیسا کہ اس کا مجلس عینی قرأت کو کم کرنا بھی جائز و ثابت ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کہ بعض اوقات میں چاہتا ہوں کہ قرأت کو طویل کروں مگر کسی عورت کے بچے کے رونے کی آواز میرے کان میں آتی ہے تو قرأت کو کم کر دیتا ہوں۔

ارشاد فرمایا کہ ————— والد ماجد نے مدیرہ منورہ سے شخصیت ہوتے وقت اپنے استاد سے عرض کیا تھا کہ میں نے جو کچھ پڑھا تھا اس کو قرآن میں کر چکا ہوں مگر ہاں حدیث و سنت کی برابر گزارتا ہوں اور اسے یاد رکھتا ہوں "حسن" فرمایا کہ والد ماجد عاشق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے ..... وہ ۱۴۵ھ میں مدینہ شریف میں رہے اور وہاں کی سند حاصل کی۔ بعض وقت ان کے استاد فرماتے



ہے کہ اس حدیث کے معنی تم بیان کرو اور سند اجازت میں لکھا ہے کہ اگرچہ انھوں نے سند مجھ سے متصل کی ہے لیکن (فہم حدیث میں) مجھ سے بہتر ہیں۔  
 فرمایا کہ۔۔۔۔۔ شاہ عالمگیرؒ کے حفظ قرآن شروع کر کے تاریخ

ایک مورخ نے اس آیت سے نکالی ہے۔۔۔۔۔ سَتَقَرُّونَ فِيهَا وَلَا تَخْشَوْنَ  
 پھر تاریخ ختم حفظ فی لوح محفوظ سے نکالی۔۔۔۔۔

شاہ صاحبؒ کی پہلی محراب سنائے کی تاریخ کسی نے اس طرح کہی ہے (جو  
 ایک فصل میں خود ہی بیان فرمائی ہوگی)۔۔۔۔۔

عبدالعزیز آں خلیفہ خاندانِ فضل      کہ کو دیکھت لطف ازل را باو شمول  
 در گاہوار بود کہ با شہیر دایر کرد      انوار ایزدی بدلِ سستش حلول  
 .....      گفت قدسیان کہ تراویح تو قبول

۱۱۶۹

ارشاد فرمایا کہ۔۔۔۔۔ حضرت بابجے مادہ شاہانک پوری ہمارے

علاء مطبوعہ قلمی دو درون شعروں میں تیسرے شعر کا پہلا مصرعہ درج نہیں ہے لیکن ہے کہ وہ شاہ صاحبؒ  
 کو یہ مصرعہ یاد نہ آیا ہو۔ علاء مکتبہ کے خاندانِ سادات گردیزی میں سے تھے ان کا خاندان قدیم سے معتز  
 و مکرّم جانا آتا تھا اور اس علاقے کے لوگ اس خاندان کے افراد کو راجے کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ آپ کا مال بھی  
 شروع شروع میں دنیا دارانہ اور سپاہیانہ تھا۔ بالآخر شیخ مسماہ الدین عمری مکتبہ دہلی کی (باقی صفحہ پندرہ)





ساکن رائے بریلی جو خاندان سادات قطیبہ کے متعلق بزرگ پیر زادے ہیں وہ بھی اس دیکھنے والے مجمع میں موجود تھے راکھوں نے بچشم خود یہ واقعہ دیکھا ہے اور مجھ سے بیان کیا ہے، راجے حامد سٹہ کی اولاد میں جو لوگ شیعہ ہو گئے تھے انھوں نے اس کرامت کے معائنے کے بعد ترکِ فتن کیا۔

**فرمایا کہ** \_\_\_\_\_ **قرآن شریف کی اس آیت سے کسی حساب**

نے بندے کا تاریخی نام نکالا ہے **فَبَشِّرْنَا بِمَا كُنَّا لَمْ يَخْلِمْ** \_\_\_\_\_

توصیف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی شہادت کے وقت چھ ہزار غلام ہتھیار بند رکھتے تھے جو مستعد جنگ تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم میں سے جو اپنے ہتھیار ڈال دے میں نے اس کو آزاد کیا۔ لیکن دیگر صحابہؓ سے بھی جو مقابلے میں جنگ کے لئے آمادہ تھے۔ فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ کلہ پڑھنے والوں پر تلوار اٹھاؤں۔ صبر و ثبات حضرت عثمانؓ اور ان کے عدم قصدِ ایذا سے کلہ گویاں کی تعریف و توصیف بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ بزرگ یعنی صحابہؓ ہر ایک کے سب آفتاب و ماہتاب اور اپنے اپنے کمالات میں یکساں تھے۔ **سُبْحَانَ اللَّهِ**۔ **سُبْحَانَ اللَّهِ**۔ پھر فرمایا کہ حضرت عثمانؓ نے سب کو قتلِ مجذال سے منع فرمایا اور خود مشغول تلاوت ہو گئے اور اسی حالت میں سرگوارہ آباد کی۔

**فرمایا کہ** \_\_\_\_\_ **مولوی عبدالحکیم کے جواب میں**۔ جو منکر و حدت تھے (مولوی) **رشید الدین خاں (دہلوی)** نے بندے کی مرضی اور اشارے سے کچھ لکھا ہے اس کو نقل



کر لینا چاہیے۔ میں بھی اس بارے میں عند الفرصۃ مختصر طور پر کچھ لکھواؤں گا۔ فرمایا کہ ملا جلال الدین  
 دوانی نے اپنے زمانے کے مصوفیاء و علماء پر اعتراض کرتے ہوئے یہ رد بھی لکھی ہے۔  
 در خالقہا و در شہادتیم ہے انصاف کہ در پردہ مدیم کے  
 مدیم بے پیہندہ گویاے چندے قلع شد از دوست بہانگت حمے  
 ”میں خالقہا و مدیم بہت کچھ گویا ہوں۔ سچ یہ ہے کہ میں نے وہاں کسی کو اہل نہیں  
 پایا۔ دونوں جگہ میں نے دیکھا کہ کچھ خواہ خواہ کی باتیں بنانے والے جمع ہو گئے ہیں اور  
 اہدیت کی طرف راغب اور حقیقی دوست سے غافل ہیں۔“

میرے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ نے اس بے جا جواب اس طرح دیا ہے۔  
 در صحبت اہل دل رسیدیم ہے در بوزہ کناں زہر کے یک لہے  
 از چشمہ آب زندگانی قدھے و ز آتش وادی مقدس قہے  
 یعنی میں اہل دل حضرات کی خدمت میں بہت کچھ حاضر ہوا ہوں۔ میں نے بزرگ  
 سے ان کے انعام طلبہ کے فیوض میں سے ایک فیض کا سوال کیا ہے۔ انکی برکات  
 کے چمکہ آب حیات سے ایک پیالہ پانی طلب کیا ہے اور انکی روحانیت کی وادی  
 مقدس کی آگ سے ایک چمکائی ہوئی ہے۔

فرمایا کہ۔ حضرت شاہ ولی اللہ طرۃ مجددیہ سے بواسطہ حضرت شیخ آدم  
 بنوری منسلک تھے ہاں ایک مرتبہ میری شاخ کے شاخسار میں انھوں نے حضرت شیخ آدم پر اچھے سلسلے  
 پر کچھ اعتراض اور اظہار ناراضگی کیا تو حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا۔



شخصے بخود گھیری ماحیراں قنار زان رہ کہ در طریقہ خدم آدم  
گفتم کہ حرف راست بگویم زمانہ سنج تو آدمی نبودی و ما آدمی شدید  
ایک شخص نے ہمارے اوپر اعتراض کرنے کو اپنا وسیلہ بنالیا صرف اس بنا پر کہ ہم حضرت  
خدم آدم بنوری کے طریقے میں داخل ہیں۔ میں نے اس صاحب گرامر سے کہا کہ  
میں ایک سچی بات کہتا ہوں ریجید دست ہو جانا۔ وہ یہ ہے کہ تو آدمی نہیں ہم آدمی ہیں  
یعنی تو سلسلہ آدمی میں داخل نہیں ہم اس میں داخل ہیں۔

ایک شخص نے دریافت کیا کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔  
یہ حدیث ہے پھر فرمایا اس مقولے کو میں نے کتب صوفیاء میں دیکھا ہے (حدیث  
نہیں ہے) پھر اُس نے اس مقولے کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا اس وقت ضعف  
غالب ہے۔ پھر فرمایا کہ خیر مختصر سی بات کو تمہارے پاس خاطر سے کہتا  
ہوں اسی سے سب مضمون سمجھ لینا جس طرح تمہاری روح ہے کو بدن کے کسی  
ایک حصے کیساتھ محدود و مخصوص نہیں اور ہر جگہ ہوا کی طرح ہوا اور سب کے برابر  
نہ تو دریا پہرے مکانے نہ مکانے نہ تو خالی

اگر اس قدر بھی کسی نے نہ جانا تو بے شک اُس نے اللہ تعالیٰ کو کچھ نہ پانا۔  
ارشاد فرمایا کہ۔ امام ابو حنیفہؒ نے قیاس کو اپنی جیب سے نہیں نکالا کہ وہ  
علاہ حدیث ہر قیاس کو از خود ترجیح دینے لگے ہوں بلکہ وہ تو اس چیز کو جو خلاف  
ہو مگر رسولؐ نے اس سے انکار کیا ہے اس کو بھی بنی سادہ دلی کا کلام تھا ہے (موسم رسالہ مسودہ)



اصول کلیہ ہو یعنی قرآن شریعت اور احادیث مشہورہ کے خلاف ہو اس کو اختیار نہیں کرتے اور اصل کو برہم نہیں ہونے دیتے خلافت اصول کلیہ کی تاویل کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ دنیا کے معاملات میں بھی اسی طرح کیا کرتے ہیں کہ جو کچھ فرمان میں اور آئین سلطنت میں لکھا ہوتا ہے اس پر عمل درآمد ہوتا ہے، فرمان و آئین کے خلاف گویا دشاہ کی روایت ہی کیوں نہ بیان کی جائے اس کی تاویل کرتے ہیں پھر فرمایا کہ اپنے اپنے قواعد کے لحاظ سے چاروں مذہب خوب ہیں۔ بلحاظ قواعد کلیہ مذہب حنفی اور بلحاظ قواعد حدیث و تصحیح حدیث مذہب شافعی جو۔ سید احمد رشیدیؒ رائے بریلوی سے۔ جو کہ حضرت والا کے اکابر خلفاء میں ہیں، عند الذکر فرمایا کہ دنیا بکھڑے کی جگہ ہے۔ (جو کام ہو) اللہ کیلئے جو بھی بہتر ہے۔ ایک شخص نے عن اقرب الیہ من حبیل التوریند کا مفہوم دریافت کیا تو فرمایا۔ کہ علما، قرب علمی اور صوفیہ قرب وجودی مراد لیتے ہیں بعض لوگوں نے محفل مبارک میں عرض کیا کہ اس زمانے میں حضرت والا جیسا بزرگ شاید تمام دنیا میں نہ ہوگا۔ اولیاء اللہ کو امراض لاحق ہوتے ہیں حضرت والا کو بھی متعدد امراض لاحق ہیں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی تعریف میں یہ بات بھی لکھی گئی ہے کہ وہ اتنے مشہور ہوئے کہ ان کے حالات کتب ولایت میں مندرج ہیں، فضل الہی سے حضرت والا کا نام بھی روم، شام، بلخ، بخارا، مصر، قندھار، مشق، مکہ و مدینہ، مصر و عراق، بغداد اور علاقہ قزنگ میں مشہور ہے اور وہاں کی کتابوں



میں آپ کا ذکر خیر ہے حضرت والا نے سن کر تواضع اور اکھسار کا اظہار کیا۔  
 اسی اثنا میں فیض یاب ہونے کی بات بیان فرمائی اور یوں فرمایا کہ محمد شاہ  
 بادشاہ کے عہد میں بائیس بزرگ وٹلی میں تھے جو ہر خاواو ادے سے تعلق رکھتے  
 تھے اور صاحب ارشاد تھے اور ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ ایک وقت میں  
 اتنے مشائخ ہر سلسلے کے موجود ہوں، مہمندان بزرگوں کے ایک شاہ دوست  
 محمد قادری بھی تھے۔ ایک دن اُن سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کا سلسلہ  
 کون سا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اگرچہ میں (ایک سلسلے میں) ایک بزرگ کا مرید  
 ہوں اور ان سے سلوک کو طے کیا ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں نے خدا کو ایک  
 خرہرہ کے ذریعہ پایا ہے اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ میں بادشاہ کا ملازم  
 تھا۔ اس کے ایک کام کو انجام دینے کے لئے گرمی کے زمانے میں نکلا پیاس  
 لگی بصریحی دار سے پانی مانگا اس کے پاس بھی پانی نہ تھا۔ سقہ بھی کوئی نظر نہ  
 پڑا قریب بہ ہلاکت تھا۔ ناگاہ اجمیری گیٹ کے قریب ایک ستے سے ملاقات  
 ہوئی ایک کٹورہ پانی ایک خرہرہ کے عوض دستیاب ہوا میں پانی پینا ہی چاہتا  
 تھا کہ ایک سائل نے بڑی لجاجت سے اپنی خشکی کا اظہار کر کے وہ کٹورا مجھ  
 سے طلب کیا، اگرچہ نفس نہیں چاہتا تھا مگر اس پر قابو پا کر وہ کٹورا سائل کو دے  
 دیا جب اس پیاس نے پانی پینا شروع کیا اسی وقت مجھے ایک خشکی، ایک  
 سرور کی کیفیت اور تجلی الہی کی ایک جھلک اپنے اندر محسوس ہوئی، بعد کو میں نے



جو ترک دنیا کا شیوہ اختیار کیا اس کی اصل بنیاد یہی پیاسے کو پانی پلانا ہے، مابعد  
کی سب باتیں اسی کی طفیلی ہوئیں۔

ایک صاحب جو حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر آئے تھے حضرت والا کی  
خدمت میں آپ زمزم آئے حضرت والا بڑے تعظیم چار پائی سے نیچے اتر کر کھڑے  
ہوئے اور بعد دعا قدرے آپ زمزم نوش فرمایا اور ایک مرید کو دیا انھوں نے  
وہ حاضرین مجلس کو بھی وہ تبرک دیا۔ ایک صاحب نے فرمایا آپ زمزم قدرے  
کھاری ہو تا ہے اور یہ میٹھا پانی تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دوسرا پانی زیادہ  
ملا لیا ہو گا۔ ارشاد فرمایا کہ ہم تو معتقد غائبانہ ہیں۔ ہمارے حق میں ہر وہ پانی جو  
زمزم کے نام سے ہو اور اس سے تھوڑا بہت تعلق رکھتا ہو، زمزم ہی ہے۔ یعنی  
اس کا خواب ہم پائیں گے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آپ  
زمزم میں نیت سے پیا جائیگا حصول مطلب کی امید ہے اور جو شخص آپ زمزم  
شکم سیر ہو کر پئے گا آتش دوزخ اس پر اتر نہ کرے گی۔

ارشاد فرمایا۔ دو ماہ ہوئے روحہ سلطان المشائخ پر حاضر ہوا تھا عجیب  
کیفیت نمودار ہوئی۔ وہاں کوئی شخص مزا میسر نہ کر رہا تھا۔ میں اس کی طرف  
متوجہ نہیں ہوا اور مجھے کوئی غفلت بھی اس وقت محسوس نہیں ہوئی۔ پھر کسی نے مزار  
پر سجدہ تعظیم کیا اس کی غفلت مجھے محسوس ہوئی۔

ایک صاحب کے جنھوں نے اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لئے دُعا کی



درخواست کی تھی۔ فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں، اختیار بدست مختار۔

شیخ علی حزیں کا جو کہ مذہباً شیعہ تھے ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ جبوقت وہ دہلی آئے اور ایک حویلی کرائے پر لی تو اس حویلی کے دروازے پر ایک فقیر رہتا تھا وہ بدستور فقرا و صبیح کے وقت اپنے سلسلے کے بزرگوں کے نام پڑھتا تھا شیخ علی حزیں کے کانوں میں بھی آواز پہنچتی تھی، ایک دن صاحب خانہ نے شیخ علی حزیں سے حویلی کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ یہاں ہر قسم کا آرام ہے مگر دروازے پر "تذکرۃ الاولیاء" جو بیٹھے ہوئے ہیں ان کو ہٹاؤ۔

فرمایا کہ میں ۲۵ رمضان کی رات میں بوقت سحر پیدا ہوا تھا چونکہ والدین کے بہت سے بچے مجھ سے پہلے انتقال کر چکے تھے اس لئے میرے پیدا ہونے پر مجھ سے ان کی بہت سی آرزوئیں وابستہ تھیں۔ اس وقت بہت سے بزرگ اور اولیاء حضرت والد ماجد کے خلفاء میں سے مثل شاہ محمد عاشق پہلوی وغیرہ کے مسجد میں معکف تھے مجھ کو غسل دیکر محراب مسجد میں لاکر ڈال دیا تھا گویا کہ نذرینہ کر دیا تھا۔ ہاتھی کی چالاک کی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے زمانے ہی میں اب سے کچھ عرصہ پہلے ایک قلیان تھا جو ایک درزی سے دوستی رکھتا تھا ایک دن درزی کراچی پکڑا سی رہا تھا۔ ہاتھی کو سرنج کپڑے سے طبعاً محبت ہوتی ہے اس لئے اپنی سونڈھ کو بار بار اس کپڑے کی طرف لے جاتا تھا۔ درزی سوئی اس کی سونڈھ میں چھو دیتا تھا۔ اس کے بعد ہاتھی جب دریا پر سے لوٹ کر اس درزی کی دکان پر سے گذرتا



انتقاماً وہ پانی جو سوڈہ میں بھر کر لیا تھا اسکی طرف بھینکا جس سے دوکان کے تمام کپڑے تر ہو گئے۔ دزدی نے اقرار کیا کہ جرم میری تھا کہ میں نے اسکی سوڈہ میں سوئی چھوئی تھی۔ پھر فرمایا کہ میرے ہی زمانے میں ایک بادشاہ کافیلیان مر گیا بادشاہ نے چاہا کہ کوئی دوسرا فلیان لے گی جگہ مقرر کرے اس لئے کہ فلیان ساین کا لڑکا کم عمر تھا اور ہاتھی بہت بڑا اور جگہ تھی۔ مگر ہاتھی نے کسی دوسرے فلیان کو قابو نہیں دیا۔ مستی دشوخی آغاز کی اور آٹ دانہ نہیں لیا تمام فلیان حیران ہوئے اور انھوں نے سب باہر بادشاہ سے بیان کر دیا بادشاہ بھی حیران تھا کہ کیا کرے ایک سمجھدار شخصیات کی یہ بحث پہنچ گیا۔ اس نے بادشاہ نے عرض کیا کہ فلیان ساین کے بچے کو لایا جائے۔ اس بچے کو لایا گیا تو پھر وہ ہاتھی قابو میں آ گیا۔

اہل بدعت کے بجا خرچ اور اس وقت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ انواب کمالہ بن خاں کی عورتیں پانی سے غسل کرنے کے بعد عرق گلاب سے غسل کرتی تھیں، اور دوسرے لڑکوں کے گھروں کے قسط پھول اور پان (خانیو میر) پھولوں کے خرچے میں آتے تھے۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ بادشاہ و اشداہ ابراہیم حضرت والا کے ہوش و حواس بالکل بجا اور صحیح ہیں یہ قوت ملک ہے طاقت بشری نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا کہ مشہور بات ہے اور تجربے میں بھی آئی ہوئی ہے کہ خادم علم حدیث کے ہوش و حواس خواب نہیں ہوتے اگر میرا اس کی عمر سو سے بھی متجاوز ہو جائے۔ بندے کا تو بچپن ہی سے علم حدیث کا مشغول ہے۔

ایک شخص نے اثنائے گفتگو میں عرض کیا کہ حضرت والا، قطب زمانہ میں، ارشاد فرمایا۔ استغفر اللہ۔ پھر فرمایا کہ اسی وجہ سے تو زمانہ خراب ہو کہ مجھ جیسے قطب اس زمانہ میں ہیں۔



مکتوبات علمی ادبی تبرکات





شروع میں صرف بیاض رشیدی کے اہم مندرجات کو ترجمے کے ساتھ ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ تھا پھر خیال آیا کہ اس سے پہلے حضرت شاہ صاحب کا مختصر تذکرہ ہو جائے تذکرہ کے بعد ملفوظات عزیز کا سلسلہ چلا وہ اگرچہ مطبوعہ ہیں لیکن نسخہ مخطوط سے مقابلہ کرنے اور اس کے تراجم دیکھنے کے بعد ضروری سمجھا گیا کہ اس کی تخصیص بھی اس طرک کر دی جائے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسی ارشادات کے صحیح مطلب و مفہوم سمجھنے میں کوئی الجھن پیدا نہ ہو، اور اس کے خاص اور اہم نمونے دیکھ کر مجلس مبارک کی تصویر نظروں کے سامنے آجائے، صاف ملفوظات سے رابطہ قائم ہو اور جس مقصد کے ماتحت بزرگوں کے اقوال جمع کئے جاتے تھے وہ مقصد بھی حاصل ہو۔ ملفوظات کی تخصیص سے فارغ ہونے کے بعد اب بیاض رشیدی کا منبر آیا ہے۔

بیاض رشیدی کا مطالعہ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں میں نے دارالعلوم دیوبند کی طالب علمی کے زمانے ۱۳۵۵ھ تا ۱۳۵۶ھ میں کیا تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد بریلی کے زمانہ قیام میں جب کہ الفرقان کا شاہ ولی اللہ خیر نکل رہا تھا مجھے دوبارہ اس کے مطالعہ کی اہمیت محسوس ہوئی اس مرتبہ میں نے اس بیاض کے کچھ حصے کو



نقل کر لیا تھا اور اس میں جو مکتوبات، علمی تحریرات اور سوالات کے جوابات  
 ہیں اُن کی ایک فہرست بنائی تھی۔ درمیان میں توفیق نہ ہوئی کہ اس فیضان  
 پر کوئی مقالہ لکھا اب تقریباً تیس سال کا زمانہ گزرنے پر یہ کام کر رہا ہوں۔  
 خود اصل بیاض ہی میں بعض مقامات کرم خوردہ تھے اور بعض بمشکل پڑھے جاتے  
 تھے۔ یاد صدی کے اندر میری نقل کردہ عبارات میں بھی کہیں کہیں تغیر آگیا اور کاغذ  
 کی دریدگی نے بھی دو ایک جگہ اہم معلومات کو نظروں سے غائب کر دیا ہے۔  
 یہ بیاض، جو اب تحتِ خانہ دارالعلوم دیوبند کے کثیر التعداد علمی نسخوں کے ذخیرے  
 میں مل نہیں رہی ہے (خدا کرے مل جائے)۔ مشہور مناظر و محقق مولانا رشید الدین  
 خاں دہلوی کے آثارِ قلیہ میں سے ہے۔ اس پر جمعیت الانصار کی مہر بھی ثبت ہے  
 جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دلدادہ خاندان ولی الہی حضرت مولانا سیدی کو کہیں  
 سے دستیاب ہوئی ہوگی۔ انھوں نے ہی جمعیت الانصار کے دفتر سے دارالعلوم کے  
 کتب خانے میں داخل کیا ہوگا۔ مگر مولانا سلطان الحق صاحب قاسمی ناظم کتب خانہ  
 اور محترمی سید محبوب حقوی کی ہمدردی اور رہنمائی سے میں نے اس بیاض کا مطالعہ  
 کیا تھا۔

بیاض کے شروع میں دو ورق پر ایک اہم سوال کا جواب ہے۔ یہ  
 درالشاہ صاحب کی ایک علمی تقریر ہے جس کو مولانا رشید الدین دہلوی نے  
 ضبط کیا ہے۔



اس کے بعد چوالیس ورق پر مکتوبات ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد ۸۵۴ ہے۔  
تفصیل حسب ذیل ہے۔  
مکتوبات حضرت شیخ جمال الدین ابوالطاهر محسن بن ابراہیم الکوردی  
مدنی۔ ۲

مکتوبات حضرت شاہ ابوالرضا محمد عمری ہندی۔ ۲

مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ ۹

مکتوبات شاہ اہل اللہ فاروقی دہلوی بنام شاہ عبدالعزیز۔ ۵

مکتوبات و مراسلات شاہ عبدالعزیز۔ ۵۴

مکتوبات شیخ احمد الجبار و بابا عثمان ابن فاروق الکشمیری بنام شاہ

عبدالعزیز۔ ۷

ایک مکتوب کے متعلق پتہ نہ چل سکا کہ کس کا ہے، مجموعہ انشی ہوا۔

ان میں حضرت شاہ ابوالرضا محمد کے دونوں مکتوب حاجی قسیم الدین فاروقی

مراد آبادی کے پر داد ایلا عصمت اللہ المراد آبادی دقاسنی مراد آباد کے نام ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مکتوبات ان حضرات کے نام ہیں۔

(۱) الفاضل العلامہ المحدث معین الملاح والدین السندی۔ ۱

- (۲) شارح معارف ولی الہی شیخ محمد عاشق بھلوی — ۱
- (۳) شیخ عبدالقادر جوہوری — ۱
- (۴) قدوة المحدثین شیخ ابوالطاهر کردی المدنی استاذ حضرت شاہ ولی اللہ — ۳
- (۵) استاذ حسین شیخ وفدا اللہ مالکی الہی استاذ حضرت شاہ ولی اللہ — ۱
- (۶) شیخ ابراہیم ابن شیخ ابوطاہر مدنی — استاذ کے صاحبزادے — ۱
- ایک مکتوب ولی الہی کے متعلق بیاض سے یہ معلوم نہ ہوا کہ کس کے نام پر ؟
- قدوة المحدثین حضرت شیخ ابوطاہر مدنی نے جو دو مکتوب حضرت شاہ ولی اللہ کے نام اُن کے حجاز کے زمانہ قیام میں مکتوبہ روانہ کئے ہیں ان میں سے ایک مکتوب کی تاریخ تحریر ۱۶ شوال ۱۱۴۲ھ ہے۔
- حضرت شاہ عبدالعزیز کے مکتوبات جن حضرات کے نام ہیں ان کے ناموں کی

دفعہ گذشتہ کا باقی سا بشرح حضرت شاہ ولی اللہ سے نسبت تلمذ حاصل تھی شیخ ابوالقاسم نقشبندی سے سلسلہ نقشبندیہ کی تعلیم حاصل کی۔ شاعر بھی تھے کئی کتابوں کے مؤلف و مصنف تھے ۱۱۶۱ھ میں وفات پائی (نزهة الخواصر ج ۱) ۱۱۷۰ھ مولانا عبدالقادر ابن خیر الدین القادری بکھونپوری شیخ حقانی و سیوطی سے غالباً ۱۱۷۰ھ میں شیخ فیض آباد میں پڑھا شیخ دجید الرحمن پھولادی سے سلوک طے کیا نیز شیخ واسط علی آبادی سے بھی فیض حاصل کیا۔ قسریہ سوگند پرین ۱۱۷۳ھ میں انتقال فرمایا۔ (نزهة الخواصر ج ۱)



فہرست یہ ہے۔  
 شاہ اہل اللہ دہلوی، شاہ نور اللہ پھلتی زخیر شاہ عبد العزیز، بابا عثمان  
 ابن فاروق کشمیری، محمد جواد پھلتی، صاحب کھفالت والمعارف شیخ محمد عاشق  
 پھلتی، جامع الفضائل مولانا حضور اللہ کشمیری، صدر الانا فضل مولانا محمد مغربی  
 مفتی دہلی، جناب فرید الدین بن عبد السلام کشمیری، رشید الملک مولانا رشید الدین  
 دہلوی، سید ظہیر الدین، ان کے نام کے بعد یا جن میں یہ عبارت ہے۔  
 ولد غوث الثقلین ورد فی الدہلی سنۃ ۱۲۱۳ھ یعنی یہ حضرت شیخ  
 عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد سے ہیں سنۃ ۱۳۱۴ھ میں دہلی تشریف لائے تھے،  
 حضرت شاہ عبد العزیز کے مکتوبات ان حضرات میں سے بعض کے نام کی کمی  
 میں بہت سے مکتوبات کے شروع میں اس طرح لکھا ہوا ہے۔

مکتوب ایچ عبد العزیز الی بعض اہل

الی بعض الانا فضل

الی بعض الاکابر

الی بعض اصحاب

الی بعض اصحاب من فضلاء الانا غفر

الی بعض احباب

الی بعض اصداقائے

مکتوب الشیخ عبدالعزیز الی بعض الشعراء۔

ان چون تحریرات میں دو تین تحریریں بھی شامل ہیں جن میں ایک کا عنوان ہے فصل۔ دوسری کا عنوان ہے من رخصات اقلہ وقدوة الادب آء الشیخ محمد عبدالعزیز مدظلہ۔ تیسری کے شروع میں ہے من عبارات الشیخ الاجل عبد العزیز مدظلہ، فی تعریف الدہلی۔

تقریباً ۲ صفحات پر حصہ نقل ہے جو حضرت شاہ عبدالعزیز کے عربی کلام پر مشتمل ہے۔ شاہ صاحب کا کلام بڑا کیف آور اور وجد انگیز ہے۔ افسوس کہیں کل اشعار نقل نہ کر سکا۔ چند اشعار نقل کئے ہیں جو اپنے موقع پر پیش کئے جائیں گے۔ بارورق پر سوالات و جوابات ہیں جو استفتاء اور فتویٰ کی شکل میں ہیں۔ ۲ صفحات پر تحقیقات و تدقیقات حضرت شاہ عبدالعزیز کا سلسلہ ہے تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) ایک سوال کا جواب جو بعض اعزائے کول دہلی گڑھ سے بھیجا تھا۔  
(۲) قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے سوال کا جواب دہشت سلطنت بنیادیہ کے بارے میں)

(۳) جواب سوال قاضی صاحب مذکور دہندستان کی زمین کس قسم کی ہو؟  
(۴) سجدہ پہو کے بارے میں ایک تحقیق۔

(۵) جواب سوال حاجی رفیع الدین غانا فاروقی مراد آبادی دھرم پور



درمشرعہ متعلق،

(۴) سید صاحب عالی مرتب کے مسئلہ ایک استفتاء کا جواب سید صاحب کا نام  
درج نہیں ہے)

(۵) ایک مسئلہ (محرم کے انتقال کے بعد اس کے ساتھ محرم کا معاملہ کیا  
جائے یا نہیں؟)

(۸) ایک سوال کا جواب جو قطع یہ سے متعلق ہے اور جس میں روایت عالمگیری  
کے تعارض کو رفع کیا گیا ہے۔

(۹) مولانا رشید الدین دہلوی کے ایک سوال کا جواب  
سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حقیقہ بعض مسائل میں صاحبین کا تواضع دار کرتے ہیں  
اور تقلید امام شافعی نہیں کرتے اس کی کیا وجہ ہے؟

(۱۰) ایک صفحہ پر تورات کی ایک عبارت اور اس کی تشریح و توضیح اس کے  
شرع میں شاہ صاحب کی یہ عبارت ہے ————— قَدْ نَزَّلَ عَلَيْنَا مِنْ قَبْلُ  
اسْمَ رَبِّكَ فَاصْبِرْ اللَّهُ بْنُ ..... وَكَانَ مِنْ فَضْلِهِ كَافُورٌ ————— عَالِمِ  
بِالتَّوْرَةِ ————— فَصَلِّتْ عَنْ نِعْمَتِ قَوَاعِدِ الْعِبْرَانِيَةِ فَاجَابَتْنِي فَحَفِظْتُهَا زَادًا  
هِيَ أَوْفَتْ بِلِسَانِ الْعَرَبِ يَعْنِي هَمَارِے پاس ایک عالم مہمان کی حیثیت سے آئے  
جو تورات سے اور عبرانی زبان سے واقف تھے اُن کا نام ملا فیض اللہ تھا۔ وہ  
فضلاً رکابل سے تھے۔ میں نے اُن سے کچھ قواعد عبرانی زبان کے معلوم کئے انھوں نے

مجھے بتائے میں نے ان کو یاد کر لیا۔ عبرانی زبان عربی زبان سے بہت قریب ہے۔  
(۱۱) بعض علماء ورام پور کے سوال کا جواب۔ یہ سوال بوساطت حاجی رفیع الدین فاروقی مراد آبادی آیا تھا۔

- (۱۲) ایک کتاب کے بعض مقامات کا رد و تقریر یا چار ورق پر۔  
(۱۳) جواب سوال قاضی شہداء اللہ پانی پتی دھارت موہن سے متعلق،  
(۱۴) جناب غلام حیدر خاں کاکوروی کے سوالات کے جوابات۔  
(۱۵) مولانا عبید اللہ بڑھانوی کے ایک سوال کا جواب۔  
(۱۶) خواجہ حسن مودودی لکھنؤی کا استفسار اور اس کا مفصل جواب اس سوال و جواب پر یا صحن ختم ہو گئی ہے۔  
اس یا صحن میں ایک تحریر حضرت شاہ ولی اللہ کی ہے اس کے آخر میں ہے  
من افادات الشیخ الاجل ولی اللہ قل میں سرور لعلہ ہما من خطبہ الثولیت

۱۔ اعتماد الدولہ غلام حیدر خاں ابن رفعت الدولہ بکشتی رفعت اللہ خاں بہادر نصرت جنگ عظیمی  
کاکوروی مولانا محمد فاخر لا آبادی سے علم حاصل کیا۔ سرکار اودھ میں بڑے منصب پر فائز تھے ۱۲۵۲ھ  
میں وفات پائی۔ (تذکرہ مشاہیر کاکوری)

۲۔ شیخ حسن بن ابراہیم لکھنوی مودودی لکھنوی طریقہ قادریہ کے مجاہد اور کئی کتابوں کے مصنف  
تھے ۱۲۵۳ھ میں لکھنؤ میں انتقال ہوا۔ (ذریعہ انوار جلد ۱)



یعنی یہ شیخ اعظم حضرت شاہ ولی اللہ کے افادات میں سے ہے جس کو میں نے اسکی دستخطی تحریر سے نقل کیا ہے۔

بیاض کے دو مصنفوں میں تفسیری و تجویذی مضامین و تحقیقات ہیں۔  
ایک مراسلہ قاضی محمد اعلیٰ تھانوی رمولف کشف اصطلاحات الفنون کے نام پر جس میں قرأت سے متعلق ایک تحقیقی جواب تحریر فرمایا ہے اس کے آخر میں ہے۔  
هَذَا مَا قَالَ بَفْهِمْ وَكَتَبَ بِعَلَمِهِ الْفَقِيرُ إِلَى اللَّهِ عَبْدُ الْعَزِيزِ الدَّهْلَوِيُّ الْحَمَرِيُّ  
عَفَى اللَّهُ عَنْهُ

اس کے بعد مولانا رشید الدین دہلوی کی یہ عبارت ہے۔

هَذَا مِنْ أَسْلَةِ كَتَبِهَا الشَّيْخُ الرَّجُلُ الْأَجَلُ الشَّيْخُ عَبْدِ الْعَزِيزِ  
إِلَى قَاضِي مُحَمَّدٍ أَعْلَى

اس بیاض کا جتنا حصہ میں نے نقل کیا ہے اس میں انتخاب و تلخیص کرتے ہوئے اصل فارسی یا عربی عبارت کو درج کر کے اسکا ترجمہ پیش کروں گا۔  
یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس بیاض کی جتنی تحشیریں ہیں وہ نادرو غیر مطبوعہ میں سوائے چند کے جو فتاویٰ عبد العزیز زہدات ولی اور آثار الصنادید میں موجود ہیں اگر ایسے ایک دو مصنفوں نظم و نشر آئیں گے تو یا تو مطبوعہ کی غلطی کا اظہار کرنے کے لئے یا اسکی افادیت اور اہمیت کو پیش نظر رکھ کر ناظرین کو اس کے

مفہوم سے واقف کرانے کے لئے —

اب میں بیاضی کے مندرجہ مکاتیب شاہ عبدالعزیز میں سے ان مکاتیب کو سامنے لارہا ہوں جو شاہ اہل اللہ رحمہ اللہ (شاہ عبدالعزیز) و شاہ نور اللہ (خیر شاہ عبدالعزیز) کے نام ہیں — ان کے بعد شاہ اہل اللہ کے مکتوبات بنام شاہ عبدالعزیز کا اندراج ہوگا۔ ان خطوط سے تاریخ کے بہت سے گوشے واضح ہونگے۔

## مکتوب شاہ عبدالعزیز اپنے چچا شاہ اہل اللہ کے نام

(بزبان عسکری منظوم)

سیّدنا وسندنا عم محمد حضرت	الی المجلس المحفوف بالمکام
شاہ اہل اللہ عطا کی خدمت	والمعالی اعنی بہ سیدنا
میں —	وسندنا وحقنا مکان الروح
	فی جسدنا و ذخیرۃ یومنا
	ولعلنا سیدنا العزیز علیہ
	اللہ تعالیٰ ظلالہ عن الاقول
	واحمل محال القبول — آمین
بعد سلام مسنون یہ گزرا نقیر	بعد از سلام والسلام والا کرام



فيقول الفقير ذو الآثام  
 ان هذا الفتيير محفوظا  
 عن شرور الزمان والاسقام  
 يسئل الله بعد كل صلوة  
 ان يعافيه فانه الاعوام  
 ويعافي جميع رفقته  
 من ذكور ونسوة وغلام  
 خصوصاً جناب حضور قلم  
 من جميع البلاء والآلام  
 ثم ان البلاء قاسدة  
 من ايامي الغشوم والظلام  
 غير حاجب عليا<sup>لك</sup> واصنعت  
 عرض کتاب ہے۔  
 کہ میں بحمد اللہ زمانے کے شرور  
 سے محفوظ ہوں۔ ہر نماز کے بعد میں  
 اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال  
 کرتا ہوں۔ نیز یہ دعا کرتا ہوں کہ  
 اللہ تعالیٰ تمام رفقاء و متعلقین کو  
 عافیت سے رکھے خصوصاً جناب  
 عالی کو تمام بلاؤں اور مصیبتوں سے  
 محفوظ رکھے اسکے بعد عرض ہے کہ ہمارے  
 علمائے علامتہ ظلم و ستم کے ہاتھوں برابر  
 ہورہے ہیں آپ پر یہ بات مخفی نہ ہوگی  
 کہ ایک قوم نے تو شام کی جانب

۱۔ حیات ولی ۳۳۵ ۳۳۶ پر منظوم مکتوب پورا درج ہے مگر اس میں کاتب کے قلم سے اور  
 کچھ نوٹ کے تصریحات سے افلاطین چنانچہ اس شعر کے دوسرے مصرعے کو یوں لکھا ہے۔  
 ع قوم سیکہ کایت التو شام۔ بجانب کاکایت بنا دیا گیا۔ تو شام مغربی پنجاب کا ایک شہر ہے۔  
 ملاحظہ ہو معیار الاوقات مؤلف پرغیر عبد الواسع مرحوم شعر کے غلط چھپنے اور تو شام کے معنی دہائی لکھے ہوئے

فرم سکی بخاں نبی التو مشاعر  
مخضو کل قریبہ و محضوا  
یفتخرون الحصون و الاطام  
ذہبو اعدۃ من الزموال  
او ثغر اعدۃ من الایام  
کیا کچھ کیا ہے۔ اس نے آبادیوں کو  
پست کر دیا ہے اور قلعے فتح  
کر لئے۔ کتنا کچھ مال لوٹ لیا اور کتنے  
ہی غنوں قید کر لئے۔

مکتوب شاہ عبد العزیز — بنام شاہ اہل الشہر کچھنہ

..... و بعد فانی الحمد للہ  
علی ما کسائی من سر لیل الصبح  
و قصص العافیۃ و اطعمنی  
اقرات الامن و امن و  
الرفاہیۃ و انہما فحمة  
بعد سلام مسنون عرض ہے کہ میں  
الحمد فانی کا شکر ادا کرتا ہوں اس  
احسان پر کہ اس نے مجھے صحت عافیت  
کلباس پہنایا اور امن و رفاهیت  
سے نوازا۔ دراصل یا ایک بڑی نعمت

و بعد از شہر کا بقیہ جائیداد معلوم رہ جانے کی وجہ سے اس کا بھائی بزرگ تھا حضرت مولانا گیلانی کو بھی  
اس شہر کا مطلب سمجھنے میں ایسی برادر پر وقت پیش آیا۔ مولانا گیلانی نے اپنی ذہانت کی مدد سے اس کا مطلب  
یاں کر دیا۔ یہ وہ ہے جہاں تک تصحیح عقائد تک پہنچنے کی گئی۔ اس خط کا یہ صحیح مطلب سمجھ میں نہیں  
یا آقاؤں و عرفائی شاہ ولی اللہ علیہ السلام، حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں یہ تصحیح سامنے نہ آئی  
اور اس قدر دیر ہوئے۔



عظيمة ومختصة جسيمة  
کما قيل في  
وما العيش الا في الخمول مع الخنى  
وما نية يخذل ويها ويروح  
بيل ان قررة العين ما تشته  
سلمها الله تعالى كانت  
قامت على فضل الله تعالى  
بازالة اكثرها وهو المرجو  
لا زالة غيرها الخ

جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نصیب ہو  
ایک شاعر کہتا ہے :-  
اصل زندگی تو یہ ہے کہ گوشہ گماںی ہو  
اور غنی دعایت صبح و شام نصیب ہو -  
نور چشمی عاکشہ سلیم اللہ تعالیٰ  
بیمار تھی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ  
بیماری کا بڑا حصہ زائل ہو گیا اور جو کچھ  
بیماری کا اثر باقی رہ گیا ہے اللہ ہی سے  
امید ہو کہ وہ اسکو بھی زائل فرما دے گا۔

مکتوب شاہ عبدالعزیز — بنام شاہ نور اللہ  
رحمۃ اللہ علیہ

قد ورد علينا مکتوبکم المکرم  
ومات سطرول کے بعد  
ان الا کا بوقد استفتوت  
ارائکم .... متوکلا علی اللہ  
الی البید هاته بعد ان

بڑوں کی رائیں متوکلا علی اللہ  
بٹھانے پر مجھے کی ہو رہی ہیں۔  
البتہ ان کا ایک طبقہ وہاں

کانت طائفة منهم  
 لا يطبع للاقامة هناك  
 لانها تدعى البغضا والشحنا  
 الى اهالي تلك الاطراف  
 والاملاك وطائفة  
 رتب تلك المواضع على كل  
 مكان سواها وتغصن  
 عن مفاصلها ومنازلها  
 غيرها واقام الفقهاء للبلدان  
 عند كدها ماها الى

کی اقامت کو اس لئے پسند  
 نہیں کرتا کہ کہیں وہاں کی  
 سکونت وہاں کے رہنے والوں  
 کے بغض و حسد کا باعث نہ  
 بن جائے۔ ایک گروہ ہر حال  
 میں انھیں مقامات رٹھان  
 وغیرہ کو ترجیح دیتا ہے۔  
 فقیر کے نزدیک دہلی میں اور  
 دہلی میں ہیں۔

## مکتوب شاہ عبدالعزیز — بنام شاہ نور الدین صاحب

.... من الفقير عبد العزيز  
 بعد دفع السلام والغرام  
 .... ان هذا الفقير مع  
 جميع قواي بعد ولو احق  
 داخل في حوزة العافية

فقير عبد العزيز بعد سلام والظهار  
 استيقان عسر من پردان ہے کہ میں  
 تمام متعلقین و لاحقین کے ساتھ  
 امن و عافیت سے ہوں۔ البتہ  
 برخوردار .... سلام اللہ الصمد



ناسمرفی مہل الرفاہیۃ  
 پیدا ان قرۃ العین فلاں  
 سلمہ اللہ الصلہ قلہ ملہ  
 علیٰ یلایہ الحبرۃ والجرۃ  
 وعرضت لہ بنی اللہ الحسنى  
 وما یتبعہا من الاذی و  
 التعب واما قرۃ العین  
 فلانہ سلمہا اللہ تعالیٰ  
 فقل کان احاطت بہا  
 الامراض من کل جانب  
 منها الاسہال وسوء القنیۃ  
 والنفس عند تناول الغذاء  
 وسوء الهضم فانال اللہ  
 بفضلہ اکثرہا وهو المرجو  
 لا ذالہ غیرہا۔ فالتمس  
 کے دونوں ہاتھوں پر سرخی  
 اور کھینچن ہو گئی ہے اور اسی کے  
 باعث اس کو بخار ہو گیا ہے۔  
 نور چشمی..... سلمہ اللہ تعالیٰ کو  
 بہت سے امراض نے چاروں طرف  
 سے گھیر لیا تھا ان میں سے چند  
 یہ ہیں۔ اسہال، سوء القنیۃ  
 کھانا کھانے کے بعد نفخہ بدہنی  
 اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل  
 سے امراض کو زائل کر دیا۔ جو  
 باقی رہ گئے ہیں ان کو بھی امید  
 قوی ہے کہ اسی رفیع فرما دے گا۔  
 آپ سے یہ امتیاس ہے کہ آپ  
 ان دونوں کی شفا کیلئے دعا فرمائی  
 ان دونوں اللہ تعالیٰ کے

لئے نہ خون کی وہ نوعیت جو مرض استسقا کا قندہ ہوتی ہو اصطلاحاً طلب میں سوء القنیۃ کہلاتی ہے۔

من عجلتكم السائل لا زال  
 سائما ان يدا عوا الله  
 بشفاؤها — ومن  
 اجل نعم الله في هذ  
 الايام بارك الله في الكفرة  
 في غورهم وحفظنا من  
 شرورهم وذل ان  
 جماعتهم من السكة قصلوا  
 ادخلهم بعد ما قصلوا  
 من بلا وجات ادخلهم  
 فوردوا في اثناء السيل  
 على هذ البلد الذي  
 ليس له سوى الله حافظ  
 ولا كفيل فارادوا منه  
 ما يريدون من غير  
 من البلاد فحال الله  
 تعالى بينهم وبين

بڑے انعامات میں سے ایک  
 انجام یہ ہے کہ اس نے دشمنان  
 دین کے حیلوں کو انھیں کیلوت  
 پلٹ دیا اور ہم کو ان کے شرور  
 سے محفوظ رکھا۔ ایک جماعت  
 سکھ نے جاٹوں کے علاقے پر  
 کامیاب پچا پہ مارنے کے بعد  
 جب اپنے وطنوں کا قصد کیا تو  
 اٹھائے راہ میں ہمارے اس شہر  
 سے ہو کر گزرے جس کا حافظ و  
 والی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی  
 نہیں۔ اس شہر میں پہنچ کر انھوں  
 نے حسب عادت غارتگری کا ارادہ  
 کیا اللہ تعالیٰ نے ان کا ارادہ پورا  
 نہ ہونے دیا، افضل نماں و غیرہ  
 رووہا و شہران کے مقابلے کے  
 لئے کھڑے ہو گئے، پھر تو انکو مہال



مَا يَشْتَهُونَهُ مِنَ الْهَيْبِ  
 وَالْفَسَادِ وَنَهَضَتْ  
 أَفْضَلُ خَالَاتٍ وَغَيْرِهِ مِنْ  
 رُؤْ سَاءِ الْبُلْدِ لِمَقَابِلَتِهِمْ  
 وَدَفْعِهِمْ فَلَمْ يَتَعَرَّضُوا لَهُمْ  
 وَمَضُوا بِسَبِيلِهِمْ وَكَفَى  
 اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَ  
 وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيمًا  
 وَلَكِنْ مَرَّ بِهِمْ فِي تِلْكَ  
 الْأَحْزَانِ وَجَبَّ رُحْمًا عَلَيَّ  
 بِلَا وَالْمُسْلِمِينَ الصَّنْعَاتِ  
 يَشُوْشَنَ وَيُدْفَعُهُ مَا شَهِدْنَا  
 مِنْ لَطِيفِ صُنْعِ اللَّهِ وَنَحْنُ  
 أَنْ لَا يَكُوْنُ لَهُمْ سُلْطَانُ  
 عَلَيْهِمْ أَنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

مقادمت نہ ہوئی اور اپنا راستہ  
 اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین  
 سے قتال کی نوبت نہ آنے دی۔  
 اللہ تعالیٰ زبردست اور غالب ہے  
 اگرچہ دشمنان دین کا ان اطراف  
 سے گزرنا اور ضعیف مسلمانوں کے  
 شہروں سے عبور کرنا تشویش پیدا  
 کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کی نصرت  
 دیکھ کر تشویش ختم ہو جاتی ہے  
 اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے توقع  
 یہی ہے کہ ان لوگوں کو اہل اسلام  
 پر غلبہ نہیں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۳۶  
الحسنى عزيز کے نام

مکتوب شاہ عبد العزیز

بعد سلام و دعا کے واضح ہو کہ میں  
نے آپ کے اس مکتوب گرامی کا مطالعہ  
کیا جو خواجہ محمد امین کے نام تھا  
اور جس کو دیوان حسرتین کے  
خلافت میں آپ نے رکھا تھا  
میں نے اس کے تمام سند و مضامین  
پڑھے۔ اس میں میری اقامت  
اور سفر کے بارے میں بھی سوال تھا  
آپ کو معلوم ہو چاہیے کہ فقیر  
بھی آج کل میں جانے کا قصد کر رہا  
ہے میری والدہ اور بھالی بھائی  
یہاں تنہا چھوڑنے پر راضی نہیں  
ہیں۔ میں نے بھی سفر کی اس  
مشقت کو جو سب کے ساتھ ہوا اپنی  
انفرادی اقامت کی راحت پر  
ترجیح دیکر ان کے فیصلے کو قبول

اما بعد المرسل من بين الاحياء  
من القيمة والدعا فقد  
طالعت رقيمتكم الاليتقد  
التي صدرت مني باسم خولج  
مجلد امين ودرستوها  
خلافت ديوان الحزين  
وطالعت ما فيها من المضامين  
المستوعبة وكان من  
جملتها الاستفسار و  
الاستكشاف عما تقدر  
من احتمالي الإقامة  
والإرتحال فاعلموا ان  
الفقير ايضا عندا او  
بعدا عندا قاصدا وذلك  
لان الوالدة والاخوة  
لا قد عرفت ان اقيم ههنا



منفرداً

..... تعب السفر الذي

يحيى في الاجتماع اولى

من لذّة الافامّة

التي في الانفراد فقبلت

منهم ذالك وقد تقرر التوجه

الى البلد هانہ بالفعل

ثم ان طلعت شمس الفتن

من المشرق ادا المغرب

نزل من هناك الى

الموضع المعلوم واسمها

وان سكنت بريلجها الجنوبية

والشمالية اختارنا الحود

الى هذا البلد المألوف

عبرة الله ———— واما

طلب الكتب المرقومة

فالقول الفصل فيها

کر لیا۔ اب بالفعل بڑھنا کی

سکونت طے پائی ہے پھر اگر مشرق

یا مغرب سے فتنے نمودار ہوئے

تو ہم وہاں سے ایک اور مقام پر

چلے جائیں گے جو زمین میں ہے۔

اگر جنوبی اور شمالی فتنے دب

گئے تو پھر ہم اسی بلد الوقت

درہل کی طرف لوٹنا پتہ کریں

گے۔ اللہ تعالیٰ اسکو آباد رکھے

اور آپ نے جو مجھ سے چند کتابیں

طلب کی ہیں اس کے بارے میں

صحیح بات یہ ہے کہ تمام کتب ہیں

انہا سلات فی الغرائز  
 لا یطاق اخراجها الا ان  
 وصا بلقہا ان شاء اللہ  
 تعالیٰ بعد الاستقرار  
 فی موضع ..... واما  
 رسالۃ الجمع بین وحدتی  
 الوجود والشہود فہو  
 مکتوب سیدنا الوالد  
 قدس سرہ ..... الی  
 اخذی اسمعیل الرومی و  
 لقبہ بالمکتوب الحدی و  
 کذا اللہ مقدمہ ازالۃ اللغوا  
 مسند ودی الغرائز واما  
 دیوان الحرمین فقلط لعت  
 بعضہ من ذرورۃ النہار  
 الی ہذا الوقت وارسلہ علی  
 یدک حامل الرقیۃ والسلام

باندھ کر صند وقول وغیرہ میں  
 رکھ دی ہیں۔ اس وقت انکا  
 نکالنا بہت مشکل ہے۔ کسی جگہ  
 استقرار نصیب ہوتے رہنا واللہ  
 تعالیٰ ان کتابوں کو جلد تصدیق ونگا  
 اور رسالہ وحدت الوجود والشہود  
 جو دراصل والد صاحب قدس سرہ  
 کا آخروی اسمعیل رومی کے نام  
 ایک مکتوب ہے جسے مکتوب  
 حدی کا نام دیا گیا ہے نیز ازالۃ اللغوا  
 کا مقدمہ دونوں بھی دیگر کتابوں  
 کے ساتھ بند ہیں۔ آپ نے جو  
 دیوان حرمین کا نسخہ بھیجا تھا اسکا  
 بعض حصہ آج دیکھ لیا ہے۔ حامل  
 رقبہ کے ہاتھ اسکو واپس کر رہا ہوں

والسلام



# مکتوب شاہ عبد العزیز — بعض افاض کے نام

السلام علیکم ورحمة  
اللہ وبرکاتہ۔

و بعد۔۔۔ فقد طال انتظار

مشرح المحمديه الى الآن

ولم يصل بعد۔۔۔ فكانہ

لم يتفق لاهل الفلہ

ارسالہ۔۔۔ قد اشتغل

به الشيخ رفيع الدين سلمہ

وبه والنسخة منفردة

عليها يعتمد في المصحة

والسقم ومع ذالک ففی

سقیہ فی الغالب فالواجب

ان يبلغ أقصى الجهد فی

الطلب فان اتفق فیہا

(قرآناً) فالیاسن احدی الریحین والسلام

بعد سلام سندن واضح ہو کر شریف  
چغنی کا انتظار بہت طویل ہو گیا۔

ابھی تک یہ کتاب نہیں پہنچی۔۔۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل پہلیت

اس کتاب کو بھیجنے کا موقع نہیں

پاسکے۔ یہ کتاب برادر عزیز شیخ

رفیع الدین سلمہ کے مطالعہ میں ہے

صرف ایک ہی نسخہ ہے جس پر تصحیح

غلط کا دار و مدار ہے پھر وہ بھی اکثر

غلط ہے اب ابھی طرح کوشش

کر کے دوسرا نسخہ تلاش کریں راگر

مل جائے تو بہتر ہے ورنہ ناامیدی

بھی ایک قسم کی راحت ہے۔

۱۴۰  
مکتوب شاہ عبد العزیزؒ بعض فضائل کے نام

اما بعد السلام المستنون  
فقد وصلت تحفیتکم  
المشریفة محتویة علی  
عافیتکم وعافیة اهل  
بیتکم۔ فشرکنا اللہ علی  
ذالک۔ وان سالتم عنا۔  
فتقن ایضا بحمد اللہ بعافیة  
ودفاهية غیر ان ماجری  
فینا من تقدیرات اللہ  
تعالی (وحلة) الولد العزیز  
احمد واختلال الانتظام  
المنزلی الی

بعد سلام مستنون۔ آپ کا گرامی نام  
بلا جو آپ کی اور آپ کے متعلقین  
کی عافیت پر مشتمل تھا۔ اس پر  
اشد کا لاکھ لاکھ شکریہ ہے۔ اور  
ہماری حالت دریافت طلب ہو تو  
ہم بحمد اللہ عافیت و دفاهیت  
سے ہیں۔ البتہ تقدیرات  
الہیہ کا پلور میاں احمد کے  
انتقال اور انتظام منزلی کے  
اختلال کی شکل میں ہوا۔ الی

اس مکتوب سے معلوم ہو اگر حضرت شاہ عبد العزیزؒ کے ایک صاحبزادے کا نام احمد تھا



# مکتوب شاہ عبدالعزیز بنام شاہ نور اللہ خسرو شاہ عبدالعزیز رضا

..... فہما شاع و ذاع و ..... وہ بات جو بہت شائع مشہور اور  
 ملایہ السماع و تواتر بل ..... گوشش ز خاص و عام جو بہی ہے  
 وقع علیہ الاجماع ..... بلکہ تو اتر کی مددک پہنچ گئی ہے۔  
 نہو من مرکب الدارانی ..... یہ ہے کہ لشکر احمد شاہ درانی اٹھ کھڑا  
 الی تسخیر ہند و البلاد ..... جو اب ہے یہاں کے شہروں اور علاقوں  
 والادباع وان مقدمہ ..... کو سحر کرنے کے لئے۔ اس کے  
 جیشہ عیون النہرا و ..... مقدمہ گنجیش نے ہنر کو عبور کر لیا ہے۔

جنگ پانی پت کہ بعد احمد شاہ درانی تین مرتبہ اور ہندوستان میں اپنا لشکر لیکر آئے جن میں ایک  
 مرتبہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی جہات میں اور دو مرتبہ ان کے بعد۔ ان دونوں ایک ہی حملہ  
 شد۔ اس وقت یہ مشہور ہو گیا تھا کہ درانی کا مقصد اس حملے سے انگریزوں کو بنگال سے  
 نکلنا ہے چنانچہ انگریزوں نے بھی ایک دستہ الی آبا بھیج دیا تھا کہ اور وہی میں مقابلہ ہو جائے اسکے  
 بعد ۱۷۶۶ء میں آخری بار سکھوں سے نبرد آزما ہوئے اس مکتوب میں ان آخری دو حملوں میں سے  
 کسی ایک کا ذکر جو اس مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ پانی پت کے بعد دریاں میں درانی کی شوکت  
 میں کچھ غلط آگیا تھا بعد کو یہ غلط زور ہوا۔

کادت و مشکوتہ اللہ  
 فارقتہ قدا عادت و  
 اقلہ بنفسہ و وصل الی  
 جلال آباد و حصل من  
 رؤساء الافغانہ لہ  
 الاتقیاد عند اہل الخیر  
 المحقق المنقح بحسب الظن  
 والذی سار فی الاطراف  
 کالمثل السائر۔ والعلم  
 عند العلیم الخیر۔  
 واما کفاد مرہٹہ فہم  
 علی ما کانوا علیہ من  
 السکون جاعلون فی  
 خیم الادبار و معسكر  
 الخسران۔  
 یا عبور کیا چاہتا ہے، اور اس کی  
 پہلی شوکت جو اس سے جاتی رہی  
 تھی اب پھر لوٹ آئی ہے۔ اور وہ  
 بنفس نفیس جلال آباد... تک پہنچ  
 گیا ہے۔ افغان رؤساء اس کے  
 تابع فرمان ہو گئے ہیں۔ یہ خبر  
 بحسب الظن اور شہرت کے لحاظ سے  
 محقق اور منقح ہے۔ — باقی اصل  
 عہدہ قدامتہ علیم و خیر ہی کو ہے  
 گردہ مرہٹہ اسی حال میں ہے جس  
 حال پر تھا، یعنی سکون و جمود میں  
 مبتلا ہے اور ادبار و خسران کے  
 خیموں میں سکونت پذیر ہے



## توب شاہ اہل اللہ بنام شاہ عبد العزیز

یا امن ہو عزیز یزید عند القلوب  
 یا امن فضله بالعلم علاء  
 الغیوب . نسأل الله لنا و  
 لکمران یجینا و ابا کمر من  
 مشرور و الزمان خصوصاً  
 من غلبة اهل الطغیان  
 فی البذل ان وقد وصل  
 الینا مکتوب بکمر المرغوب  
 و اطلعتنا علی ما فی  
 صطوباتہ من متلاقی  
 الامتین ووصاف الفرقین  
 فسنه تقا تل فی سبیل الله  
 و اخری کافرة یرد فرهم  
 مشاہد رأی العین والمرجو  
 من فضل الله سبحانہ ان  
 اے وہ کہ جو سب کے دلوں کو عزیز  
 ہے اور جس کو عسلا م الغیوب نے  
 علم کے ساتھ فضیلت بخشی ہے۔  
 ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست  
 کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اور ہمارے  
 زمانہ سے محفوظ رکھے خصوصاً اس  
 قیضے سے جو اہل طغیان کے غلبے کی  
 صورت میں شہروں میں رونما ہے  
 ہمارا مکتوب مرغوب پہونچا۔  
 اور اس کے مندرجات سے آگاہی  
 ہوئی کہ جس دو گروہوں اور جماعتوں  
 کی خبر آزماں کا بھی ذکر ہے۔ ایک  
 جماعت فی سبیل اللہ قتال کرنے  
 والوں کی ہے اور دوسری منی العین  
 اسلام کی جن کی تعداد دیکھنے میں

یتصور المسلمین و یحذل  
 الکافرین... فکر من فتنہ  
 قبلہ غلبت فتنہ کثیرہ  
 باقت الله — والذی یجمع  
 من اخبار جنود الشجاع الدولہ  
 من کفار و فرنگ خالی الله  
 المشتکی — الایام ایام  
 الفتن و الحوادث و سخن  
 فقراء المسلمین مثل  
 دو گنی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ  
 کے فضل سے امید ہے کہ وہ مسلمین  
 کو کامیاب اور ان سے مقابلہ  
 کرنے والوں کو ناکامیاب کرے گا۔  
 ... کتنی کچھ کم تعداد کی جماعتیں  
 ایسی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے  
 بڑی تعداد والی جماعتوں پر غالب  
 آئیں۔ اور وہ خبر جو کفار و فرنگ  
 و انگریزوں کے ہاتھوں شجاع الدولہ

۱۷۵۷ء میں پلاس کی جنگ کے بعد ہندوستان میں انگریزوں نے اپنی سلطنت کی گواہ بنیاد  
 رکھ دی تھی۔ کلکتہ پر تو انگریز پہلے ہی قبضہ کر چکے تھے اس کے بعد انھوں نے بنگلہ پر بھی اپنا قبضہ جمایا۔  
 میر قاسم نے بھاگ کر اودھ کے نواب شجاع الدولہ کے پاس پناہ لی۔ پھر شجاع الدولہ میر قاسم اور مغل  
 بادشاہ شاہ عالم ان تینوں نے مل کر پٹنہ پر حملہ کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ پھر تینوں دوسری مرتبہ ۱۷۵۸ء کو  
 ۱۷۵۹ء کو عسکر کے میدان میں جمع ہوئے۔ انگریز فوج نے مقابلہ کے لئے آیا۔ بڑی بھاری جنگ ہوئی۔  
 جس میں شجاع الدولہ و خیرہ کو شکست ہوئی۔ شاہ عالم نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔  
 شجاع الدولہ دوبارہ کچھ دنوں بعد اپنی فوج جمع کر کے مقابلے کے لئے نکلے، پھر شکست ہوئی اور انگریزوں  
 (بانی لکھنؤ)



حشرات الارض من انی  
 علیہا ید شہا بالاقدام  
 لا یستطیع الاستقال الا یقال  
 من بلد الی بلد و این المفز  
 لا ملجاء ولا منجاء من اللہ الا  
 الی اللہ۔ کان ما کان۔  
 لکن الرقعة التي فیہا اخبار  
 السکھان اوحشنا غایة  
 الوحشة۔ فان شرورهم  
 احب من ان یخلف منہا القہم  
 وھجوہم بغتة کما وقع  
 مرارا وعد وانهم مشید  
 یفعلون بہم ما لا یفعلون

کے لشکر کی شکست سے متعلق سن جا رہی  
 ہے اس سے صدمہ ہو رہا ہے اللہ ہی  
 سے ہماری فریاد ہو۔ یہ زمانہ حوادث  
 کا زمانہ ہے۔ اور ہم فقرا و مسکین  
 بے وقتی میں حشرات الارض کی مانند  
 ہو رہے ہیں کہ جو آتا ہے ہم کو پامال  
 کر جاتا ہے۔ ہم نہ کہیں پاسکتے ہیں  
 نہ کسی جگہ مستقل ہو سکتے ہیں۔ اور  
 بھاگنے کی جگہ بھی کہاں ہے؟۔  
 کوئی ملجاء اور نجات کا ٹھکانہ اللہ  
 سے بچ کر نہیں۔ بس اسی کی طرف  
 رجوع کرنے میں نجات ہے۔  
 یہ واقعہ تو ہوا سو ہوا۔ ہتھکڑی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

سے سنائی گئی۔ اس مکتوب میں غالباً بحکر کی شکست کا ذکر ہے جس کا سال ہجری ۱۱۷۷ء ہے اور جو حضرت  
 شاہ ولی اللہ کی وفات سے دو سال بعد ہوئی تھی مادہ ممکن ہے کہ بحکر کے بعد وائی جنگ کا ذکر ہو جس میں  
 شیخ الاسلام کا لشکر تہہ آزا ہوا تھا۔ اور جو بحکر سے ٹھہرے عرصے بعد ہوئی تھی۔

بغیر ہر خصوصاً من  
 کان معروفاً فی العلم  
 والمشیغۃ اعادفا اللہ  
 وجميع المسلمين من  
 شرورهم وخبث صدورهم  
 والسلام

اس خط نے جس میں سکھوں سے  
 متعلق لکھا تھا بہت زیادہ فکر  
 میں ڈال دیا۔ ان کے شرور سے  
 خوف ہونا ہی چاہیے۔ اس لیے  
 کہ یہ قریب کے ہیں اور ان کا هجوم  
 اچانک ہوتا ہے جیسا کہ کئی مرتبہ ہو  
 چکا ہے اور اس وقت ان کی دشمنی  
 بھی دوسروں کی نسبت اہل اسلام  
 سے شدید قسم کی ہے۔ خصوصاً ان  
 حضرات سے جو علم و شیخیت میں معزز  
 و ممتاز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور جمیع  
 مسلمانوں کو ان کے شرور اور خبث  
 صدور سے محفوظ رکھے۔ والسلام



مکتوب شاہ اہل السنہ شام شاہ عبدالعزیز

یا من لدی اهل الصفا یک مقبول

ثم الذي ياتيك من فضل فاحول  
انورون کی غریبان قبول دیندیہ میں۔

۲۱) ان السعادت كلها في حكم مشهود  
اور امید کی جاتی ہے کہ تم پر فضل الہی

والخیر فی بصلایکم واللہ مجبول  
سایہ نیکن ہوگا۔

وہابی من الخبا رہا بدھش قلوبنا و ہم سعادت کلیتہ تم سب میں ظاہر

والخط من كان من الألف مستول  
اور روشن ہے۔ اور خیر تو خدا کی قسم

اللہ تعالیٰ ایاکم من البلا

فَوَالَّذِينَ وَاللَّهُمَّ اجْعَلْهُ خَيْرَ مَا يَشَاءُ لَكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
وَالْحَقُّ مَعَكَ وَتَحْتَ رِجْلِكَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

(۳) غیر سے اس قسم کی آری ہیں جس

ہے قلم بیخوف نرود میں کائنات

سے حفاظت کی درخواست آئی تھی

سے کی جا رہی ہے۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہم سب کو

۷۔ یہ منکوم مکتوب غالباً شاہ عبدالعزیز کے اس منکوم خط کے جواب میں ہے جس کا ایک شعر ہے ۔

ایام یرواقتوا القلب بخیر  
من قوم سکھ وان الخوف محقول

اور جو حیاتِ ولی کے لئے مستحقِ قرب و رنج ہے ۔

یلاؤں سے محفوظ رکھے ، دین میں بھی  
اور دنیا میں بھی ۔ بعض مخلوقات  
بہت ہی پریشان اور بے حال ہے

## مکتوب شاہ عبدالعزیز بنام مولانا رشید الدین خاں دہلوی

خاتما صاحب عالی مراتب جامع الفوائد  
والفضائل سلالۃ العلماء  
الافاضل مرصی السجایا والشمائل  
سلفہ اللہ وابقاہ والی معارج  
السموات الدارین رفاۃ ۔  
اما بعد اہل اہل السلاۃ المسنون  
ولمعات الدعاء الذی ہو  
بازخلاف من یجوز ویکالی  
المودۃ مشہور فقد وصلت  
رفیقکم الکریمۃ و دولت علی  
عافیتکم من جمیع الوجوہ  
وکانت لہذا الانتظار قیمۃ  
خاتما صاحب عالی مراتب جامع الفوائد  
والفضائل سلالۃ العلماء  
الافاضل مرصی السجایا والشمائل  
سلفہ اللہ وابقاہ والی معارج  
السموات الدارین رفاۃ ۔  
اما بعد اہل اہل السلاۃ المسنون  
ولمعات الدعاء الذی ہو  
بازخلاف من یجوز ویکالی  
المودۃ مشہور فقد وصلت  
رفیقکم الکریمۃ و دولت علی  
عافیتکم من جمیع الوجوہ  
وکانت لہذا الانتظار قیمۃ



وان سالتم عن حاله  
 فلا استطیع شرحها  
 خونی من ملالة الاصل  
 وکابة الحباء اما  
 مرض الفشلیم فقتل  
 اشتد حیل الاسیما  
 قصور البصارة وهیجان  
 العین فان ذالک منع من  
 اکثر اشغالی والی الله المشیکی  
 وهو المستعان  
 کرنے سے قاصر ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ  
 کہیں طویل تحریر دوستوں کی نگہیں اور  
 تکلیف کا باعث نہ بن جائے۔ مختصر  
 یہ ہے کہ جو بیماری پہلے سے چلی  
 آ رہی تھی اس نے اب شدت اختیار  
 کر لی ہے۔ بالخصوص ضعف بصارت  
 اور آشوب چشم نے مجھے اکثر اشغال  
 سے روک دیا۔ بس اللہ ہی  
 سے فریاد کرتا ہوں اور وہی ایسی  
 ذات ہے جس سے مدد طلب کی  
 جاتی ہے۔

من رشحات اقلام قدوة الادباء

الشیخ عبد العزیز

.... ولما تم تحریر جواب و  
 حان ختم کتاب دار  
 اب جبکہ جواب لکھا جا چکا اور مضمون  
 خط ختم ہو رہا ہے۔ میرے دل میں یہ

فی خلدی ان اخبرکم  
 ببعض النعم التي انعم  
 الله علی وثبت اساسها  
 واختار براسها لدی  
 فنها ان سیدی والدی  
 رضی الله عنه لہا توفی  
 والحق بالملاء الاعلی  
 تری کتی صغیر السن الا انی  
 لم اعاود مع صغیر سببی  
 علما من علومہ و شانا من  
 شیونہ الا و قد اخذت عنہ  
 بجملة کافیه وتشبثت من  
 اذیالہ بقطعة دافیه فوالله  
 من فضل الله علینا و علی  
 الناس وکان من اسباب فاک  
 ما زلت منذ امیت علی التاثر  
 و نیطت فی العماثر مستغرفا  
 بات آئی کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی  
 بہت سی نعمتوں میں سے ان چند نعمتوں  
 سے مطلع کروں جو اس نے میرے  
 اوپر خاص طور پر رکھی ہیں۔ بجز ان  
 نعمتوں کے ایک یہ ہے کہ حضرت  
 وابد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے جو بیانات  
 پائی اور ملا راہی سے ملے ہوئے  
 انھوں نے مجھے صغیر السن چھوڑا تھا مگر  
 میں نے باوجود اپنی کم عمری کے ان کے علوم  
 میں سے کوئی علم نہ چھوڑا جس کو حاصل  
 نہ کیا ہو۔ اتنی عمر میں میں نے ان سے  
 کافی استفادہ کیا۔ یہ محض اللہ کا فضل  
 تھا میرے اوپر اور تمام انسانوں پر  
 کم عمری میں استفادہ کرنے کے اسباب  
 میں سے ایک سبب ظاہر بھی تھا کہ  
 میں نے جیسے ہوش سنبھالا میں برابر  
 حضرت والد ماجد کی صحبت اقدس



بمصاحبتہ مولعا بقربہ  
 و بحال مستقیم .... و بہا یظهر  
 محاسن المنا سببات الروحانیۃ  
 و الاستعدادیۃ و تہذیب  
 حسنیاتہا۔ و ترک اخوی  
 کلہم لہ فیض و اثنی علومہ  
 الخاصۃ و لا اخلا و امنہ  
 عما یعدلہم لاخذ علومہ  
 حتی ان انی رفیع الدین  
 سلمہ اللہ کان مشغولا  
 یا لفرامل الضایہ و تعلقات  
 الکافیہ اذہجت ہذہ الواقعہ  
 الی الطاریف لیباب اسطی  
 علی القلوب و الاکباد  
 فوفقنی اللہ تعالیٰ بفضلہم  
 و رعیتہم الی ہذا الشان  
 و حشر علی تحصیل العلوم

میں رہتا اور انکی مجلس اقدس میں  
 بیٹھنے کے لیے مشتوق رکھتا تھا۔ صحبت  
 و محاسن سے مناسبات روحانی کے  
 محاسن اور استعداد علمی کے کمالات  
 جلوہ گر ہوا کرتے ہیں والد ماجد نے  
 میرے بھائیوں کو اس حال میں اور  
 اس عمر میں چھوڑا تھا کہ انہوں نے  
 حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم خاصہ  
 کو بالکل ہی نہیں چھوڑا تھا۔ اور حضور  
 علوم میں سے آتنا پڑھا تھا کہ انکے  
 علوم خاصہ کو حاصل کرنے کا ذریعہ بن  
 جاتے تھے کہ رفیع الدین سلمہ فوائد  
 ضایہ شرح جامی، اور تعلقات کافہ  
 پڑھ رہے تھے کہ والد ماجد کی وفات  
 کا جاکھ اور موش رُبا واقعہ پیش  
 آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی  
 کہ میں نے اپنے سب بھائیوں کو ہر

اخذت کا بکل لسان۔ وائر  
 ذالک فیہم واستغفلوا بقراءة  
 الكتب وسماها علی هذا  
 الفقیر فجاود الحمد لله كما  
 تستبیه القلوب وتذک  
 الاعین اما رقیع الذین  
 فقد حفظوا القرآن کله وفرغ  
 بحمد الله من تحصیل العلوم  
 کما لاسیما الادبیة والفلسفة  
 والخصیص من العلوم الدینیة  
 بل اخذ من العلوم العربیة  
 کالهیئة والمجوم والحساب  
 والهنداسة وما یجری مجراها  
 من الرمل والجفر والتاریخ  
 وعلم الفرائض والشعر  
 ورسائل التصوف بحفظ وافر  
 ولقی له العبر علی الصحاح  
 درائج الوقت، زبان میں تحصیل علم کی  
 ترغیب دی، چنانچہ ان پر مہری  
 ترغیب کا اثر ہوا اور وہ اس فقیر کے  
 پاس کتابوں کے پڑھنے اور سننے میں  
 مشغول رہے تاکہ ان کو اللہ حسب  
 دلخواہ ایسی استعداد پیدا کی جس سے  
 آنکھیں ٹھنڈی ہوئی تین بہر حال  
 رقیع الدین نے قرآن مجید حفظ کر لیا  
 سچا اور وہ کچھ اللہ تمام علوم کی تحصیل  
 سے فارغ ہو چکے ہیں۔ خاص طور پر  
 علوم ادبیہ اور فلسفہ اور علوم دینیہ  
 کی دونوں اصولوں (قرآن وحدث)  
 میں ان کو تفصیل حاصل ہے بلکہ  
 انہوں نے علوم مغربیہ بھی حاصل کئے  
 ہیں۔ جیسے ہیئت، نجوم، حساب  
 ہندسہ، رمل، جفر نیز رسال تصوف  
 بھی پڑھے ہیں اور ان کو ان علوم



الستة وغيرها من كتب  
 الحديث وعسى ان يوفقه  
 الله تعالى لنا الله ايضا  
 وهو بحمد الله مشغول  
 بتفسير البيضاوي مشغول  
 بالمدد وليس... وله تعليقات  
 وتدقيقات تفريها العين  
 وتسريها الصل ورواها  
 الله على ذاك  
 واما عبد القادر فمر ايضا  
 فرغ بحمد الله من حفظ  
 القرآن كله واسمع في  
 التراويح مرات وهو الان  
 مشغول بالنقطي وحاشي  
 السيل عليه  
 واما عبد الغني فقد حفظ  
 نصف القرآن وهو مشغول به  
 في بورا بورا حصه ملا ہے ابھی ان کا  
 صحاح ستہ وغیرہ پر عبور یعنی دورہ  
 حدیث باقی ہے۔ امید ہے کہ اللہ  
 تعالیٰ عنقریب توفیق عطا فرمائے گا  
 بحمد اللہ فی احوال و تفسیر بیضاوی  
 پڑھ رہے ہیں اور درس و تدبیس سے  
 بھی مشغول رکھتے ہیں۔۔۔ ان کے علم  
 سے تدقیقات اور تدقیقات بھی ہیں۔  
 جھوٹے کلام کی ٹھنڈک  
 نصیب ہوتی ہے اور دل کو سروصال  
 ہوتا ہے۔  
 عبد القادر بھی بحمد اللہ حفظ قرآن  
 سے فارغ ہو چکے ہیں اور کئی مرتبہ تراویح  
 میں جکے ہیں۔ اس وقت قطعی اور کچھ  
 حاشیہ پڑھ رہے ہیں۔ عبد الغنی  
 نصف قرآن مجید حفظ کر چکے ہیں۔  
 ابھی اسی میں مشغول ہیں۔۔۔۔۔

# من عبارات الشيخ الاجل في تعريف الدَّهْلِي

الدَّهْلِي دَمَا الدَّهْلِي ... هِي  
 خَيْرُ الْبِلَادِ وَ مَنَفَعَةُ الْعِبَادِ  
 يُوْقِيهَا أَهْلُ الْأَبْيَادِ مِنْ كُلِّ  
 مَكَانٍ بِحَقِّ ... لِشَهَادَةِ  
 مَنَافِعِ لَهَا وَ يَتَخَذُوا الْأَدَبَ  
 فِيهَا وَ يَخُوضُوا فِي كُلِّ مِنَ الْعِلْمِ  
 غَوْرًا حَقِيقًا — أَهْلُهَا خَيْرُ  
 أَهْلِ دَلَسَاتِهَا سَهْلٌ مِنْ كُلِّ مَهْلٍ  
 تَرَى لَهَا فِيهَا لَا يَتَضَعُونَ  
 لِسَانَهُ وَالْأَصْفِيَانِي يَظُنُّهَا  
 غَيْرًا مِنْ أَصْفِيَانَهُ وَ التُّورَانِي  
 قَدْ اتَّقَى فِيهَا الْبُحْرَانَهُ وَالْأَفْهَامِي  
 مِنْ أَقْلٍ جَلِيلٍ هَذَا الْكُشَامَرِي  
 مِنْ طَرَفِهَا دَلِيلٌ هَذَا تَجَدُّ

دہلی کیا ہے ؟ دہلی ایک بہترین شہر  
 ہے ۔ لوگوں کی منفعت کا مرکز ہے  
 عقل مند لوگ دور دور سے یہاں آتے  
 ہیں تاکہ اپنے منافع کو پہونچیں اور  
 یہاں علم و ادب سیکھیں اور یہاں اُہ  
 کر ہر علم کے اندر غور و خوض کریں ۔  
 یہاں کے باشندے بہترین آدمی ہیں  
 ان کی زبان بڑی سہل اور آسان ہے  
 عرب کے باشندے کو دیکھو گے کہ اپنی  
 زبان کی وجہ سے یہاں پریشان نہیں  
 ہوتا ۔ اصفہانی اس شہر کو اپنے اصفہان  
 سے بھی اچھا سمجھتا ہے ۔ اور تورانی نے  
 تو اس کو اپنا وطن بنایا ہے ۔ افامی  
 دہلی کے راز راستہ کرنے کے



فیہا اشیاء لم تحرف لہا  
 اسمہا و منظرہا رجاء لا لہ  
 قد رث منہم و صبا لہم  
 انہا زیدۃ جمیع الاقالیم و  
 مسکن ارباب الدول النعم  
 المال فیہا یحیل عند العیون  
 بل لا یدرکہ الظنوت و  
 الذہب قد ذہبت عن القیاس  
 والفضہ قل فضضت  
 عقول الناس و الخیر تجاوز  
 من الاحوار الی العبید  
 فانظر یشہ کل یوم فیہا بالعباد  
 ق والقرآن المجید لو  
 اصغبت الی بحارہا لتجبت  
 و قلت ذالک امر عجیب متی  
 ما خرجت الی سوقہا و  
 تسللت الی مجامعہا  
 لہا طے خدام ہیں، اور کشتیری اپنے  
 تعلق کی بنا پر یہاں کمال جدید و  
 قدیم ہیں۔ تم یہاں پر کچھ ایسی چیزیں  
 دیکھو گے جن کے تم کو نام بھی معلوم  
 نہیں اور ایسے اشخاص بھی یہاں  
 پاؤ گے جن کے رسم و رواج ملک سے تم  
 واقف نہیں۔ تقسیم کہتا ہوں کہ یہ قلعہ  
 اقالیم میں (بعض لحاظ سے) ایک عمارت  
 اور منتخب شہر ہے۔ یہ ارباب دول  
 و نعیم کا مسکن ہے۔ یہاں مال اس کثرت  
 سے ہے کہ نظریں اس سے افسردہ  
 کرتی ہیں اور اس کی مقدار سمجھ میں  
 نہیں آ سکتی۔ یہاں سونا قیاس سے  
 باہر ہے اور چاندی کی فسلر دانی نے  
 لوگوں کی عقلوں کو حیران کر رکھا ہے  
 یہاں ریشم، احرار سے متجاوز ہو کر  
 غلاموں تک پہنچ گیا ہے۔ ناظر کو

لما اوتيت اذك لقي خلیق  
جدید۔ فینادی لکھانف  
من فلک فکشفنا عنک  
غطاءک فیصرک الیوم حد  
روزا دیباں عید کا شہ ہوتا ہے۔  
قسم ہے قرآن مجید کی اگر تم اس شہر  
کی تعریفوں کی طرف کان لگاؤ گے  
تو تعجب کرو گے اور کہو گے کہ یہ امر عید  
ہے، اور جب تم اس کے بازاروں  
اور گلیوں کی طرف جاؤ گے تو تم کو  
بالکل شگ و شوگا کہ تم خلیق جدید کے  
اندر ہو اس وقت فلک سے ہاتھ  
غیب تم کو نڈا دیگا۔ اور یہ آیت  
پڑھے گا۔

”ہم نے آج کے دن تیری آنکھوں  
سے پردہ ہٹا دیا۔ اب تیری نگاہ تیز  
ہے۔“

یک اہم مکتوب اور اس کا جواب  
خواجہ حسن مودودی لکھنوی نے حضرت شاہ عبدالعزیز کو ایک مکتوب  
اسی زبان میں تحریر فرمایا جس کا ترجمہ بطور مخلصہ یہ ہے۔



حقائق آگاہ معارف پناہ جامع علوم لقیفی و عاوی فنون ربی مولانا مولوی  
شاہ عبدالعزیز صاحب — فقیر عاصی پر معاصی حسن مودودی عفا اللہ عنہ  
کی طرف سے بعد سلام ملاحظہ فرمائیں —

کل ملاحظہ عبد الملک نواب محمد خاں بہادر ابن عاتق الملک عاتق احمد  
خاں بہادر شہید مغفور میرے پاس تشریف لائے تھے۔ انہیں گفتگو میں انھوں  
نے فرمایا کہ آپ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کو لکھیں کہ انھوں نے اپنی کتب  
مستطاب تحفہ اثنا عشر میں حضرات شیعہ کے اس اعتراض کا کوئی جواب  
نہیں دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر غزوات میں حضرت علیؓ کو ہم  
وجہتہ کے علاوہ تمام خلفاء راشدین کو دوسرے امراء کا تابع کر کے روانہ  
فرمایا ہے جو حضرت علیؓ کو کسی کا تابع کر کے کسی لشکر میں نہیں بھیجا۔ اس سے  
یقیناً خلفائے راشدین کے مقابلے میں حضرت علیؓ کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔  
اگر شاہ صاحب ایسا جواب تحریر فرمادیں جو تسکین بخش اور دلچسپ خطرات  
و شبہات ہو تو بڑی مہربانی ہوگی۔ اسی وجہ سے میں خدمت عالی میں لکھ رہا  
ہوں۔ اگر آپ اس کا جواب عنایت فرمائیں گے تو باعث اجر ہوگا۔ اگرچہ  
میرے پاس بھی اس سوال کا جواب لائل قویہ کے ساتھ موجود ہے، لیکن چونکہ  
نواب صاحب آپ ہی سے دریافت کرنا چاہتے ہیں میرے جواب سے انکو تسکین  
نہ ہوگی اسی بنا پر میں نے ان کو خود اس کا جواب نہیں دیا۔

مولانا رفیع الدین صاحب، مولوی عبدالقادر صاحب سے سلام مسنون  
فرمادیں۔ حاجی شرف الدین آپ تینوں حضرات کو سلام مسنون پہنچاتے ہیں۔

## جواب از جانب حضرت شاہ عبد العزیزؒ

.... خدمت سلالۃ الاسلام اکرام  
و تحفۃ الآباء العظام بسلام رضا الباقۃ  
والسن المستحکمین المخلوقین  
بمخلوقین مودود و حقا الطریقۃ و لہب  
بصری الاسم والادب سلاۃ اللہ علیہ  
ازین فقیر یہ بھیج دنا جیسے مسیحی  
بید العزیز عفا اللہ عنہ تحفۃ السلام  
مقرون بالاشتیاق بالاکلام قبول شکر  
بعدہ انکہ صحیفہ شریفہ فیہ ایتہ  
دروقتی وصول عزت شمول آورد  
و ہیبت آمد فرمود اگرچہ بسبب امراض  
گوناگون و عوارض بوقلموں جو اس شمس  
را انتشار و مدد کات باطنی در  
.... موصوف باوصاف حمیدہ مسیحی  
باسم حسن بمخلوقین مخلوق حسن۔ طریقت  
اور نسب میں مودودی حسن بصری کے  
ہم نام یعنی خواجہ حسن لکھنوی، فقیر  
یہ بھیج دنا چیر عبد العزیز عفا اللہ عنہ  
کی طرف سے ایسا سلام مسنون قبول  
فرمائیں جو اشتیاق بچہ سے مقرون ہو  
اس کے بعد واضح ہو کہ آپ کا  
مکتوب گرامی موصول ہو کر مسترت کا  
باعث ہوا اگرچہ امراض گوناگون  
اور عوارض بوقلموں کی وجہ سے جو اس  
غم ظاہری انتشار پذیر ہیں اور مدد کات  
باطنی اسقام و آلام کی مشقت میں



گر قرار ہیں پھر بھی نواب عاقل الملک  
محبت خاں کے سوال کا جواب  
دیتا ہوں۔

دور اول (تحفہ اثنا عشریہ میں بحث  
شیخہ سنئی ہے تفصیل کا بحث اسکے  
اندر نہیں ہے اور یہ سوال مسئلہ تفصیل  
سے تعلق رکھتا ہے اسی وجہ سے تحفہ  
میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

اس سوال کے دو جواب دیے گئے  
ہیں پہلا جواب اہل سیر و روایت کا  
ہے اور دوسرا اہل بصیر و روایت کا۔  
پہلے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کتب  
سیرت آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم کے  
مطلوع سے یہ بات واضح ہوتی ہے  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
بنی ہاشم بلکہ بنی امیہ میں سے بھی  
کسی شخص کو اکثر اوقات میں کسی

مجاہدہ استقام و آلام گرفتار۔ مع  
ہذا امتثالاً للامام الشریف پھر جواب  
سوال نواب عاقل الملک می سپرد  
در تحفہ اثنا عشریہ گفتگوئے شیخہ  
سنئی است بحث تفصیل در آن  
اندر ارجح قرار دوایں سوال متوجہ  
بر مسئلہ تفصیل است۔ لاجرم در تحفہ  
ذکور نشدہ۔

از میں سوال و جواب گذشتہ اول  
جواب اہل سیر و روایت است و  
دوئم جواب اہل بصیر و روایت۔  
ماصل جواب اول آنکہ از تبع سیر  
آنسر و معلوم است کہ آنسر و صحیح  
کس را از بنی ہاشم بلکہ بنی امیہ نیز در  
اکثر اوقات تابع دیگرے نفرمودند  
دریں امر حضرت حمزہ و ابو عبیدہ  
بن اسحاق بن عبد المطلب حضرت

عباس و حضرت جعفر و حضرت عقیل  
 و فضل بن عباس و ابوسقیان  
 بن اکارث و حضرت عثمان بن عفان  
 اموی و خالد بن سعید بن العاص  
 اموی شریک اند۔ اگر بایں اعیان  
 رجحانے ہست نیز ہمہ رامت جوش  
 آنست کہ ایں ہر دو قبیلہ از قدیم  
 ریاست قریش داشتند و بسبب  
 قربت قرابت بہنہا با جناب رسول  
 شرف دیگر اینہارا افتخار و دو نعمت  
 کفہ خویش بہناز تو نازی زبید  
 بچہن یک کس اگر یک قبیلہ ناز کند  
 پس اگر اینہارا تابع دیگرے می فرمود  
 خیلے شاق و گراں بر طبائع و امر خجہ  
 اینہا می آمد و نزدیک تکلیفست  
 بالایطاق می رسید و شایع حکیم است  
 بتیسیر و ہر بحیف مراعات می فرماید

دوسرے خاندان کا تابع نہیں بنایا  
 اس معاملے میں حضرت حمزہ حضرت  
 ابو سعید بن اکارث بن عبد المطلب  
 حضرت عباس و حضرت جعفر و حضرت  
 عقیل و حضرت فضل بن عباس  
 حضرت ابوسقیان بن اکارث و حضرت  
 عثمان بن عفان اموی اور حضرت  
 خالد بن سعید بن العاص اموی بھی  
 شریک ہیں۔ اگر اس امتیاز کی بناء  
 پر کسی کو ترجیح ہے تو ان سب کے  
 لئے ہے۔ ان دونوں قبیلوں کو  
 کسی کا تابع نہ کرنیکی وجہ یہ کہ یہ دونوں  
 قبیلے قدیم سے قریش کی سواری کے  
 وارث و حامل تھے پھر آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت قریبہ کی وجہ سے  
 ایک اور شرف بھی ان دونوں قبیلوں  
 کو حاصل ہو گیا۔ کسی شاعر نے کیا خوب



وائیں و حیدر اکسائے کہ درخانان  
 ریاست پیدا شدہ اند و اخوان  
 بنی اعلام خود را بجز و امتحان نمود  
 کرای احین می فهمند - ع  
 حاجت تعبیه نسبت عارف آگاه را  
 و حاصل جواب ثانی مسبق تمهید  
 است و اکں مقدم این است کہ  
 صفت اللہ جاری است کہ بلوغ  
 باقصی درجات کمال بے طرب  
 نتوانی کن، نمی شود اگر ابتدا بر شخص  
 را مرتبہ علیا از کمال، القا کنند  
 بے آنکہ طے مراتب مافکہ کرده باشد  
 حوصلہ اش تنگی می کند و عہدہ بمرتبه  
 کما یغنی بر نمی تواند آمد غیر از انبیاء  
 ہمہ کس دریں امر کیایا اند و لیاء  
 تا وقتے کہ مشق از ادب و اتبلا  
 پیران خود کرده بمرتبه ارشاد رسیدہ  
 کہ ہے - کنند خویش، بناز تو نازان  
 یعنی اے محبوب تیرے خویش و  
 اقارب تیرے نازکی بنا پر ناز کرتے  
 ہیں۔ اگر کسی ایک فرد کے کمال کیوجہ  
 سے پورا قبیلہ ناز کرے تو یہ بات  
 ایک حد تک زیبا ہے، اگر ان کو کسی  
 دوسرے قبیلے کے کسی فرد کے تابع  
 بنایا جاتا تو اس کا امکان تھا کہ مزاج  
 اور طبعا ان کو بہت شاق و گراں  
 گزرے اور بات تکلیف والا بطن  
 کی حد تک پہنچ جائے۔ شارح کے  
 سارے اصول و قوانین یعنی حرکت میں  
 اور تکلیف میں تیسری رعایت ملحوظ  
 رکھی گئی ہے۔ یہاں بھی یہی لحاظ رکھا  
 گیا اس بات کو وہ لوگ جو فائدہ ان  
 ریاست میں پیدا ہوئے ہیں اور اپنے  
 ملے بھائیوں اور چچا زاد بھائیوں کا

و علماء سما و قحے کہ سالہا سال خور  
 استادان نگشتہ و گرد و درخت خورد اند  
 بر تہیہ تدریس و تعلیم نرسیدہ اند  
 و چھپیں در فقر و امراء دیگر اہل  
 حرف و صنائع مجرب و متکفلست  
 و قاعدہ حکیمہ نیز ہمیں را اقتضائے  
 می کند بر دو وجہ اول آنکہ طوبیخ  
 نفوس با تھنی کمالی خود تدبیر کی است  
 دوم آنکہ ریاست متضایف  
 مروجہ است تا و تھیکہ شھنہ بدتے  
 و راز مروس و تابع نشدہ باشند در  
 وقت ریاست بکوت اہلین نمی تواند  
 کہ حسن معاملہ را با مروسین بغیر بداند  
 کہ مروس و رعیت را یکدہم کدام  
 سلوک استمال و جلب قلوب  
 تواند کرد و از کدام کدام سلوک  
 متغیر می شوند و در مہ می کنند پس  
 بقریب و امتحان کئے ہوئے ہیں یہی  
 طور پر سمجھ سکتے ہیں : عارف آگاہ  
 کو تنبیہ کی ضرورت نہیں ہوتی یہ  
 دوسرے جواب کا حاصل ایک مقدمہ  
 کی ہتید پر موقوف ہے و مقدمہ یہ  
 ہے کہ سنت اللہ اس طرح جاری  
 ہے کہ منتہائے کمال پر پہنچنا تھانی  
 مراتب کو طے کئے بغیر کما حقہ تیسرے  
 ہوتا۔ اگر ہر شخص کو ابتداء ہی میں  
 کمال کا مرتبہ عانی دے دیا جائے  
 بغیر اس کے کہ وہ نیچے کے درجات  
 و مراتب طے کرے تو ایسی صورت  
 میں اس کا حوصلہ تنگ ہو جائیگا۔  
 اور اس مرتبہ کی ذمہ داری سے  
 کما حقہ عہدہ بر آئے ہو سکے گا حضرات  
 انبیاء علیہم السلام کے علاوہ تمام  
 انسان اس امر میں مساوی ہیں،



ریاست او علیٰ جہتہا ممکن نہی پذیرد  
 و چون این وقت در مہد شد مگویم  
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را  
 چنان چہ از احادیث بسیار مستفاد  
 می شود . خلافت این چہار بزرگ  
 علی ترتیبہ از غیب معلوم شد و بود  
 و چون خلیفہ رابع را بہت و چہار  
 سال مرز و سمیت تہجیت و فرمان  
 سر کس مختلف الامر جبہ برداشتند  
 مقدر بود و حاجت مشق کنانیدن  
 این کار بکنند و خود بنو و خلیفہ ثالث  
 را کہ تا دوازده سال مشق این کار  
 مقدر بود و وزیر فرمان دو کس  
 اندن و ایشان ہم معین مشق این  
 کار شدند و خلافت شریفین کہ اینہا را  
 بلا فیصل بعد از وفات آنجناب  
 صلی اللہ علیہ وسلم ریاست مقدر بود  
 اولیا و کو دیکھے جب تک انھوں  
 نے ادب کی مشق اور اپنے مرشدوں  
 کی اتباع نہیں کی۔ مرتبہ ارشاد کو  
 نہیں پہنچے، اسی طرح علما و سنی  
 تا دیکھ کہ سالہا سال اپنے استادوں  
 کی ماریں نہیں کھائیں اور مدتوں  
 دیر سے کی خاک نہیں پھاگی تدریس  
 و تعلیم کی سند پر فائز ہوئے یہی بات  
 فرقہ امراء اور دیگر اہل حرفہ و اہل  
 صنعت میں آزمائی جا چکی ہے۔ اور  
 حکمت کا قاعدہ بھی اسی کا امتضاء  
 کرتا ہے کہ دو سبب سے (۱) حد کمال  
 تک لغو سیکھنا تدریجی ہے (۲)  
 ریاست و سرکاری تالیفاری سے  
 وابستہ ہے جب تک کہ کوئی شخص  
 طویل عرصے کسی کا تابع نہ رہا ہوگا۔  
 ریاست و سرکاری کے منصب پر

اینہارا مشن اس کا بھنور خود  
 کنا بدن ضرور افتاد زیرا کہ خلیفہ  
 اول بمجروح و فات اس حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم بر منصب ریاست  
 نشستند و خلیفہ دوم بمقام  
 سال دس ماہ و بھنور خلیفہ  
 اول من حیث المشورۃ و الوزارة  
 شریک خلافت بودہ اند بلکہ از  
 جمیع لوازم معلوم می شود کہ  
 خلیفہ اول را نیز بھنور آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کمتر اتفاقیت  
 واقع شدہ و خلیفہ دوم را بیشتر  
 تعینات و از تابعین و مکران فرمود  
 اند بہا بر آنکہ مزاج خلیفہ اول  
 بہل الا فیما دہود و ایشان را مشق  
 تبعیت چندان ضرور نبود بخلاف  
 خلیفہ دوم کہ در مزاج ایشان

پہونچنے کے بعد رعیت کے حقوق  
 اچھی طرح ادا نہ کر سکے گا اور نہ یہ سمجھ  
 سکے گا کہ رعیت کے دلوں کو کس کس  
 طریقہ پر اور تدریس سے اپنی طرف کھینچنا  
 جاسکتا ہے اور کن کن باتوں سے  
 رعیت اپنے سردار سے متنفر ہو جایا  
 کرتی ہے جب وہ اس کو نہ سمجھ  
 سکے گا تو اس کی ریاست بھی قوت  
 نہیں پاسکتی جب یہ مقدمہ بطور ہمید  
 لکھا جا چکا تو اب میں کہتا ہوں کہ  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ  
 احادیث سے معلوم ہوتا ہے چاروں  
 خلفاء کی خلافت ترتیب کیسا عجیب  
 سے معلوم ہو گئی تھی خلیفہ رابع و حضرت  
 علی کرم اللہ وجہہ کے لئے چوں کہ  
 چوبیس سال تک عین مخالفت المزاج  
 خلفاء کے تابع رہنا مقدر رہا اس



از قدیم، استداد و حکم رانی  
محبوب بود و الطیب یحییٰ اشقی  
بالضد بتا بریں امورات ایشان  
را بھون البقین کیفیت تبعیت وزیر  
قرآن کے بدن چشایدن ضرور  
افتاد و حاجی شرف الدین خان  
صاحب از اصحاب ثلثہ کو رابع  
غیر منفک نیز ہمراہ دارند بحکم  
ما یكون من بخوی ثلثہ الایہ تعف

ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اپنی حیات ظاہری میں کسی کا تابع  
بننے کی مشق کرائی ضروری نہیں سمجھی  
خلیفہ ثالث رحمت عثمان غنیؓ  
جن کو بارہ سال تک شیخین کے تابع  
رہتا مقدر تھا وہ بھی جدا اس  
مشق کے محتاج آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے سامنے نہیں ہوئے۔  
بخلافت شیخین کے کہ ان کے لئے چونکہ  
بافصل بعد از وفات آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم خلافت ریاست  
مقدد تھی اس لئے ان کو اس کام  
کی مشق اپنے سامنے کرائی ضروری سمجھی  
کیونکہ خلیفہ اول رحمت ابو بکر  
صدیقؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی وفات کے فوراً بعد منصب خلافت  
وریاست پر فائز ہوئے اور خلیفہ دوم

حضرت علامہ قدس سرہ دوسری بین ماہ کے فاصلے سے  
 منصب قائم ہوئے اور خلیفہ اول کی خلافت کے زمانے  
 میں وہ بیشتر وزیر تھے اور شریک خلافت کی حیثیت  
 رکھتے تھے خلیفہ اول کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی موت دہی میں کسی کی بیعت کا موقع کم ملا۔ البتہ خلیفہ  
 دوم بنیامین رسول اکرمؐ اکثر بیشتر و مسرور کے تابع  
 رکھے گئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ خلیفہ اول کا مزاج  
 قدرتی طور پر نرم اور اختیار پذیر تھا۔ اس لئے انکو  
 تابعداری کی زیادہ مشق کی ضرورت نہ تھی بخلاف  
 خلیفہ دوم کے کہ ان کے مزاج میں پہلے سے  
 شدت اور حکمرانی کا مادہ تھا اور طبیعت طبع بالفرد  
 کیا کرتا ہے۔ اس بنا پر خلیفہ دوم کو کیفیت  
 بیعت سے واقف کرانا اور دوسروں کے  
 زیر فرمان رہنے کا مزہ چکھا دینا ضروری ہو جاتا  
 شریعت الدین خالص صاحب کو ہم تینوں بھائیوں کا  
 سلام پہنچے۔



## ایک استفتاء کا جواب

ایک سید صاحب نے حضرت شاہ صاحبؒ کو ایک مکتوب استفتاء کی شکل میں بھیجا تھا اس کا جواب مع ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جواب کا کچھ حصہ آخر سے حذف کر دیا گیا ہے جس سے اصل مطلب و مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ استفتاء کر نیوالے یہ سید صاحب کون ہیں؟ بیاض سے انکا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ جواب استفتاء کے آغاز میں ان کو حضرت شاہ صاحبؒ نے ان الفاظ سے مخاطب فرمایا ہے۔ ”سید صاحب عالی مرتب جامع الفضائل والمناقب الشدید فی دین اللہ کالسیف القاضی“ الخ

بعد السلام والتحية والسفوفه رقمہ کریمہ	بعد سلام مسنون واضح ہو کر آپ کا
شرف و درو یافت حمد الہی بجا آوردہ	مکتوب گرامی صادر ہوا۔ اس کو
خدا بکر دریں زمانہ ہم حمیت دینی	پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا
در میان اکابر موجود است و	گیا کہ اس زمانے میں بھی بڑے
شدت غی امر اللہ غیر مفتورہ زاد اللہ	لوگوں میں حمیت دینی اور اللہ کے
امثالکم فی العالم۔	احکام کے بارے میں مضبوطی موجود
.... مہربان میں اچند مقدرو اول	ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ جیسے حضرات
خاطر نشین باید ساخت۔ اول آنکہ	کی تعداد دنیا میں او زیادہ کرے۔

تکفیر کلمہ گو امریت بحضور و صحیح  
 وارد است کہ من قال لا ینہ یا کافر  
 فقد باء بحدہما — حتی اللغو  
 اقدام بران بناید کرد — لهذا فقہاء  
 باجمہم چنین قرار دادہ اند کہ ہر گاہ  
 کلام از ایک وجہ محتمل صحت باشد  
 و چندہ وجہ دیگر محتمل کفر آں کلام  
 برہاں محل صحیح عمل باید نمود و لہذا  
 بتکفیر قائل بناید کشود۔ و دوم آنکہ  
 تکفیر موافق قاعدہ متعلق یا کفار  
 ضروری است دین است بسبب  
 سو راوب یا استخفاف بحد و از انکار  
 یا نعل شنیع و از کباب کبیرہ استخراج  
 بہ عت و تحلیل حرام مختلف قبیہ و  
 تحریم حلال مختلف فیہ کفر لازم نمی آید  
 — زیرا کہ تعریف ایمان میں  
 مقرر است کہ ہو تصدیق صحیح مسلم  
 مہربان میں اجواب سے پہلے چند  
 مقدمات کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے  
 (۱) کسی کلمہ گو کی تکفیر ایک ممنوع  
 امر ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ  
 جس کسی نے اپنے بھائی (کسی کلمہ گو)  
 سے مخاطب ہو کر ادا کفر کہا تو یہ کلمہ  
 ان دونوں میں سے کسی ایک کی طروت  
 رجوع کرے گا یعنی اگر مخاطب  
 دراصل کافر نہیں ہے تو کہنے والے  
 کی طرف یہ کلمہ پلٹے گا —  
 حتی الامکان تکفیر میں پیش قدمی نہ  
 کرنی چاہیے۔ اسی لئے امت فقہاء  
 اس بات پر متفق ہیں کہ جب کسی کے  
 کلام کے اندر ایک صورت ایسی نکلتی  
 ہے جس سے مطلب صحیح کا احتمال جو  
 اور چند صورتیں ایسی ہیں جو احتمال  
 کفر رکھتی ہیں تو کلام کو اسی محل صحیح پر



بھی الہی صلی اللہ علیہ وسلم  
 یہ ضرورۃً۔۔۔ شے از ضروریات  
 دین ضرور موقوف بر تواتر ثبوت  
 اس با قطع است پس ہر حوازیں  
 قبیل باشد مثل انکار فرضیت  
 صلوات و زکوٰۃ و تحلیل انحراف  
 تحريم الغیبة و تحقیر الشیخین وغیر  
 ذالک، البتہ کفر است۔

سوم آنکہ در عدم تکفیر و تعدیل  
 یعنی حکم بعدات کردن و سابط  
 بسیار است۔ این نباید فہمید کہ ہر  
 کہ را حکم تکفیر نکردیم اورا پسند  
 نمودیم۔ یا قول اورا جالزداستیم  
 بلکہ اکثر اوقات شخص کافر نہیں ہوتا  
 و مبتدع و فاسق می گردد۔  
 اکثر؟ ہمیں می دانند کہ ہر گاہ  
 از تکفیر کے علماء، سکوت کنند

رکھا جائے اور قائل کی تکفیر میں  
 لب کشائی نہ کی جائے۔  
 (۲) قاعدے کے مطابق تکفیر  
 ضروریات دین کے انکار سے تعلق  
 رکھتی ہے۔ لہذا محض سو وادب یا  
 انکار سے خالی استحقاق کے باعث  
 یا کسی فعل بد اور ارتکاب کبیرہ پر  
 یا استخراج بدعت اور مختلف فیہ  
 حرام کے حلال کرنے یا مختلف فیہ  
 حلال کے حرام کرنے کے سبب  
 کفر لازم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ  
 ”ایمان“ کی تعریف یہ کی گئی ہے  
 کہ۔۔۔ جن احکام و ہدایات کے  
 متعلق یقین اور بالبداہت یہ  
 معلوم ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے آئے ان کے  
 ماننے اور ان کی تصدیق کرنے

کا نام ایمان ہے اور انہی چیزوں کو اصطلاح میں ”ضروریات دین“ کہا جاتا ہے، اور کسی امر کا ضرورت دین سے شمار کرنا موقوف ہے تو اترا اور ثبوت قطعی پر —

جب اس قسم کے متواتر اور قطعی الثبوت امور وغیرہ سے انکار ہوگا کفر یقینی طور پر لازم ہوگا۔ مثلاً فرضیت صلوٰۃ و زکوٰۃ کا انکار اور شراب کا سلال قرار دینا اور ذی طرح، غیذ کا حرام کر دینا، یا شیئین کی تحقیر کرنا وغیرہ ذالک —

۳) تکفیر نہ کرنے اور تعدیل کرتے یعنی عدالت کا حکم لگانے پر الفاظ دیگر عادل قرار دینے، کے درمیان بہت سے درجے اور کڑیاں ہیں، اس لیے نہ سمجھنا

تصویب عقیدہ اور لازم آید، جنہیں نیست۔ اس قاعدہ بوجہ احسن ملحوظ باید داشت۔ چون اس برسر قاعدہ ہمہ شد محالاً انہ از روی دلائل قویہ و حجتی اس شخص کا احوال.....

اور مرقوم قلم صواب رقم است ظاہر می شود، التماس می نماید قول اول بسبب صیابہ کافر مکرر و اگر مراد او از صیابہ جمع صیابانہ حتی علماء و راست دین و ازواج مطہرات پس اس قول اخطار صریح است زیرا کہ نزد جنفیت بسبب شیئین و قذیب عالم حدیقہ کفر لازم می آید و اگر مراد او آفت کہ سبب ہر صحابی کفر نیست پس اس خود خطا و نیست زیرا کہ فقہاء حنفیہ



نیز سب ہر مہمانی را کفر نمی دانند  
بلکہ بدعت و فسق می انگارند بحد  
کبرہ می رسانند۔

و قول ثانی او کہ ہر چند شخص گناہ  
کند رحمت زیادہ گردد و بخطا و  
نہمی است منشا بر قسط او آن  
است کہ بعضے لطیف گویاں و  
شاعران در مقام دفع نا امید ی  
خود بایں لطیف تمسک کرده اند  
چنانچہ صاحب قصیدہ ہر وہ میگوید  
یا نفسی یقنظی من زلہ غفلت  
ان الکباثر فی الغراب کا للہم  
لعل رجة ربی حسین یفسا  
تالی علی حسب الحیان فی القم

و دعائے آہنا آن ست کہ از  
بزرگی گناہ خود نباید اندیشید

چاہئے کہ جس کسی پر ہم نے حکم تکفیر  
نہیں لگایا تو اس کے قول کو ہم نے  
پند کر لیا یا اس کی بات کو جائز نہ  
دیا، بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے  
کہ ایک شخص ایک قول سے کافر تو  
نہیں ہوتا البتہ بدعتی و فاسق ہو  
جاتا ہے۔ اکثر ظاہر ہیں یہ کچھ  
بیٹھتے ہیں کہ جب علماء نے کسی کی  
تکفیر میں سکوت کیا تو اس سے اس  
شخص کے عقیدے کی تائید و  
تصویب لازم آگئی۔ ایسا نہیں ہے  
اس بات کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا  
چاہئے۔

جب یہ تینوں باتیں بطور مقدمہ  
و تمہید بیان ہو گئیں تو اب اس  
شخص کے بارے میں جس کے  
اقوال آپ نے تحریر فرمائے ہیں

و تا امید نباید شد۔ زیرا کہ  
 رحمت الہی نیز بقدر عصیان  
 مقوم است گناہ کیسہ را  
 ازالہ برحمت کثیرہ تواند کرد این  
 شخص از غلط فہمی چنین نگاشت  
 کہ عصیان سبب رحمت است  
 و این نفی شدہ کہ اگر بالفرض عصیان  
 سبب رحمت ہم باشد خاص یک  
 نوع رحمت را سبب خواهد بود  
 کہ آن رحمت غفار است دیگر  
 انواع رحمت، بیا رازیں رحمت  
 بزرگ تر و عالی تر اند جہاں صافی  
 موقوف خواہند شد مثل درجات  
 عالیات بہشت، و دخول بلاحت  
 و سرخ روی در حرصات.....  
 اکمال کہ از رحمت متقیان و  
 معصومان و محفوظان بہوشت

جوابات ظاہر ہوتی ہے دلائل کے  
 ساتھ لکھی جاتی ہے۔  
 قائل کا قول اول یہ ہے کہ  
 ”سبب صحابہ سے کوئی شخص کافر  
 نہیں ہوتا“۔ غور طلب امر ہے  
 کہ اس کی مراد کیا ہے؟ اگر صحابہ  
 جمیع صحابہ شمراد ہیں حتیٰ کہ خلفاء  
 راشدین اور ازواج مبہترات بھی  
 اس صورت میں اسکا  
 یہ قول خطا و صریح ہے، اس لئے  
 کہ نزدیک سبب متخفین اور حضرت  
 عائشہ پر ”ہمت“ دھرنے سے  
 کفر لازم آتا ہے اور اگر اس کی مراد  
 یہ ہے کہ سبب ہر صحابی کفر نہیں ہے  
 تو یہ قول خطا و صریح نہیں ہے  
 اس لئے کہ فقہاء حنفیہ بھی سبب  
 ہر صحابی کو کفر نہیں مانتے بلکہ بہت



لیکن اس پر غلط فہمی است  
 لزبت بکھرنی رسالہ تباہی کہ  
 صریحاً قائل اس کلام کو بدعت  
 و تقویٰ اصلاً موجب رحمت  
 نیست و عصیان حقیقتہ سبب  
 رحمت است۔ و ظاہر است  
 کہ مشکل بکلام اسلام تصریح کیا  
 ہو و مکتوبوں خواہ کرد و قول  
 ثالث اور حضرت ام المومنین  
 بی بی عائشہ صدیقہ طہا پختہ  
 ..... زو افترا کے  
 محض است۔ حاکم شرع را باید  
 کہ اول اور از سند این افتراء  
 پیوستہ و ظاہر است کہ از بیان  
 سندش عاجز خواہ شد و  
 و ہر گاہ عاجز شود اور تعزیر  
 بر زن سی و نہ تا زیادہ نکالی شدت  
 فسق سمجھتے ہیں اور گناہ کبیرہ کی حد  
 تک پہنچاتے ہیں۔ قائل کا دوسرا  
 قول یہ ہے کہ جو شخص بتنا گناہ کرے گا  
 اس پر رحمت زیادہ ہوگی۔ یہ قول  
 غلط فہمی کی بناء پر ہے اور اس کی  
 بنیاد ان لطیف گو اور نازک خیال  
 شعرا کا کلام ہے جنہوں نے بطور  
 لطیف گوئی و تکتہ بازی اپنی مایوسی کو  
 دفع کرنے کے لئے اس بات کو ظاہر  
 کیا ہے چنانچہ صاحب قصیدہ بردہ  
 (علاء الدین صیری) کے بھی اسی مضمون  
 کے دو شعر ہیں۔ (جنکا ترجمہ یہ ہے)  
 (۱) اے نفس اپنے گناہوں کے باعث  
 جو اگرچہ بہت بڑے ہیں مایوسی ہو  
 کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و معفرت  
 کے سامنے بڑے بڑے گناہ بھی  
 چھوٹے ہیں۔

و ایجاب نماید و آئینہ ہذا  
 و توبہ نصوح گیرد کہ این قسم  
 افترا یا بر بزرگان نکرده باشد  
 حاصل آن کہ معاذ این قول  
 نسبت ظلم شلیح بحبان  
 صدیقہ است و نسبت ظلم  
 بغیر معصوم موجب کفر نیست  
 آنے نسبت آل و بہ بزرگان  
 کہ عدالت و تقویٰ آنہا  
 بشیوہ پیوستہ موجب  
 فسق و فساد است —  
 و از باب قدت نیست کہ  
 با جماع کفر است ۔  
 و قول رابع کہ سید اگرچہ  
 سائب صحابہ باشد تعظیم او  
 بر مردمان واجب است  
 غلط محض است زیرا کہ سید

(۲) جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اس  
 کی بارگاہ سے تقسیم ہوگی تو ممکن ہے کہ  
 رحمت بقدر گناہ بزرگ کے حصے میں آئے۔  
 مدعا یہ ہے کہ گناہ کی بڑائی سے اپنے  
 کو فکر مند نہ کیا جائے اور نا اُمید نہ ہوا  
 جائے اس لئے کہ رحمت الہی بہت در  
 عیساں تقسیم ہے۔ گناہ کیسے کا ازالہ  
 رحمت کثیرہ کے ذریعے کیا جاسکتا ہے  
 اس شخص نے اپنی غلط فہمی سے یہ توکل  
 کیا کہ گناہ اسبب رحمت ہو مگر یہ نہ  
 سمجھا کہ اگر بالفرض گناہ سبب رحمت  
 بھی ہو تب بھی ایک نوع رحمت کا  
 سبب ہے اور وہ ”رحمت غفاری“  
 ہے۔ یعنی گناہ کی مغفرت والی رحمت،  
 دوسری انواع رحمت بھی تو ہیں جو اس  
 رحمت سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں وہ جتنیں  
 تو عاصی و گناہگار کو حاصل نہ ہو سکیں گی۔



مثلاً بہشت کے درجات عالیات  
بلا حساب کتاب جنت میں اخل اور  
میدان محشر میں سرخروی حاصل ہونا  
وغیرہ۔

حاصل کلام یہ ہو کہ وہ جہنمیں جو  
اہل تقویٰ، معصومین اور محقق ظلمین  
کے واسطے مخصوص ہیں عاصیوں  
میں کوئی حصہ نہیں اور وہ عیب  
ان کا حقدار نہ ہو گا مگر اس قسم کی  
تمام باتیں غلط فہمی کی بنا پر کہی جاتی  
ہیں ان سے کفر تک نسبت نہیں  
پہنچتی۔ جب تک صراحتوں نہ  
کہہ دیا جائے کہ طاعت و تقویٰ بالکل  
موجب رحمت نہیں بس عصیان و  
گناہ ہی حقیقہ سبب رحمت ہے  
نظاہر ہے کہ کلمہ اسلام کا بولنے والا  
کوئی آدمی اس طرح کی بات صراحت

چوں مرتکب ہیں قسم امر شنیع  
گروہ تعظیم او واجب الی ماند۔ و  
اصل اینست کہ در انکار بر  
مکر و امر بالمعروف و امتناع  
عبد و گرفتن قصاص و ادائے  
شہادت و ادائے امانت و عدل و حکومت  
تخصیص میں فرق و پیچ قبیلہ  
نیت سید و جولاہہ دریں  
امر برابر اند۔ مگر گاہ کافر شد  
سبب یہ صحابہ کافر شد  
نماز نہ پڑھتے، نیش میں اہلک  
نہ مل خیر صاحب۔ آ رہے اگر  
سید سے اطاعت حق خاص  
اس کس کشت عزیمت آنست  
کہ از در گذر و ترک انتقام ناید  
بقولہ علیہ السلام۔ اقبلوا  
عن محبتہم و تجاوزوا عنہم

ان اہل حق و ربی پس  
 دہاں محب اور مقبول نیست  
 و اکمال اس قول ادنیٰ  
 فخطار و بدعت است اما  
 نوبت بکفر نمی رساند زیرا کہ  
 ایجاب تعظیم بمعنی محبت و  
 ترک ایذاء و در حق اہل بیت  
 عموماً وارد شدہ و تخصیص اس  
 عام در ذہن اس قائل نگنجیدہ  
 یا حقوق ربی یا حقوق انسانی  
 باہم اشتباہ پیدا کردہ اس حکم  
 از زبان او برآمدہ انکار صریح  
 ضروریات دین از اس کہتہ  
 فہمیدہ نمی شود۔

۴۶ کے ساتھ نہیں کیے گا۔  
 قائل کا تیسرا قول کہ اہل حق  
 حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ  
 عنہا نے نعوذ باللہ اس حضرت صلی  
 اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی  
 گستاخانہ حرکت کی۔

یہ اقراے محض ہے حاکم شرع  
 کو چاہیے کہ اول اس سے اس اقراے  
 سند طلب کرے۔ ظاہر ہے کہ وہ کوئی  
 سند نہ پیش کر سکے گا جب وہ سند  
 پیش کرنے سے عاجز ہو تو اس کو  
 اقبالیوں کو ٹرے کمال شدت  
 کے ساتھ لگو لگائے اور آئندہ کیلئے  
 اس سے توبہ لصور کر لے کہ وہ  
 اس قسم کے بہتان بزرگان دین پر  
 نہ لگائے گا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ  
 اس قول کا منشا حضرت صدیقہ پر



ایک ظلم شیعہ کا الزام لگانا ہے اور غیر معصوم  
 کو ظلم کیا جا رہا ہے منسوب کرنا موجب کفر نہیں ہے۔ البتہ  
 ان بزرگوں کے حق میں ظلم کی نسبت کرنا  
 جن کی عدالت اور جن کا تقویٰ ثابت ہو  
 چکا ہے موجب فسق و ضلالت ضرور ہے۔ یہ  
 قول باب قذف سے بھی نہیں ہے۔ آیات  
 سورہ نور کے نزول کے بعد حضرت صدیقہ  
 پر یہ قذف باجماع کفر ہے۔

قائل کا چوتھا قول کہ "سید اگر یہ صحابی ہو  
 بڑا بھلا کہنے والا ہو بہر حال اس کی تعظیم  
 لوگوں پر واجب ہے" یہ غلط بات ہے کہ  
 جب سید اس قسم کی قبیح حرکات کا مرتکب  
 ہو گا اس کی تعظیم واجب نہیں۔ اور اصل یہ  
 ہے کہ نبی عن المنکر، امر بالمعروف اقلست  
 حدود، قصاص، اور اسے شہادت ادا کرنے  
 امانت اور حکومت میں عدل و انصاف  
 کے معاملے میں کسی طبقہ اور کسی قبیلہ کی تخصیص

نہیں ہے۔ ایک سید اور ایک نور بات  
 ان امور میں برابر و مساوی ہیں جب کہ  
 سید بہت صحابہ کے باعث کفر کا مرتکب  
 ہو تو پھر سید کب رہا ہے وہ تو غیر صالح عمل  
 کی وجہ سے "اہل" سے نکل گیا اور لیس  
 میں ایکٹ کا مصداق ہو گیا۔ ہاں اگر کوئی  
 سید اس شخص کا کوئی خاص ریناوی حق  
 ضائع کر دے تو عزیمت اور بلند کرداری  
 کی بات یہ ہے کہ اس سے درگزر کرے اور  
 استقامت نہ لے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 بھی درگزر کر کے لئے فرمایا ہے لیکن اگر حق  
 دینی تلف کئے جائیں وہاں درگزر اور  
 چشم پوشی مقبول و جائز نہیں ہے خلاصہ  
 یہ ہے کہ قائل کا یہ قول بھی خطا و بدعت  
 ہے اس بات کے کہنے سے کفر تکفیرت  
 نہیں پہنچتی اس لئے کہ اہل بیت کے حق  
 میں تعظیم یعنی محبت کا واجب ہونا اور



ان کو ایذا نہ دینے کا حکم عموماً وارد ہوا ہے  
 قائل کے دماغ میں اس عام کی تخصیص نہیں  
 آتی کہ اس نے صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے والے  
 سید کے لئے بھی تعظیم واجب قرار دیدی۔  
 یا حقوق ذمہ دار اور حقوق انسانی میں باہم اسکو  
 اشتباہ ہو گیا۔ اور اس نے دونوں قسم  
 کے حقوق میں فرق نہ کر کے یہ بات کہہ  
 دی۔ — بہر حال ضروریات دین میں  
 سے کسی بات کا انکار اس قول سے مفہوم  
 نہیں ہوتا۔

حضرت شاہ صاحب کا عربی کلام  
 بیابن رشیدی میں ۷۷ صفحات پر حضرت شاہ صاحب کا منظوم کلام  
 درج ہے۔ میں نے اس حصہ نظم میں سے دو نظمیں نقل کر لی تھیں۔ ان نظموں کی  
 فصاحت و بلاغت، سلاست و روانی، سوز و گداز اور کیفیت و دل آویزی  
 ادب عربی سے ادنیٰ تر نہایت رکھنے والے کو بھی محسوس ہو جائے گی! الفاظ کی  
 بندش میں ترنم انگیزی اور وجد آفرینی کی کیفیت نمایاں ہے۔ کتنا کچھ کلام ہو گا جو

دست بردنہ سے نہ نالغ ہو گیا۔ اب جتنا بھی مل جائے غنیمت ہے۔ ترجمہ  
اشعار کے ساتھ لکھا جائے گا لیکن حق بات یہ ہے کہ اردو میں اس کلام کی  
پوری کیفیات منتقل کرنے میں کم از کم میں تو کامیاب نہ ہو سکوں گا یہ پہلی نظم  
حاشقہ ہے اور مجازی رنگ میں ہے کہیں کہیں حقیقت معرفت کا رنگ بھی  
جھلکتا رہا ہے۔ دوسری نظم کے چھ اشعار قصیدہ نعیدہ کی تشبیب اور تمہید کے  
طور پر ہیں۔ اس کے بعد نعیدہ اشعار ہیں۔ یہ نعیدہ قصیدہ یا تو لکھا ہی مختصر ہو گیا اس  
کے اور اشعار بھی ہوں گے جو یا عرض میں شامل نہیں کئے گئے۔

(۱) ایا نسیم الشمال ذکر لقصد الشوق فی حواء

فان قلبی یدؤب غما و حال جسمی کما تراہ

اے باد شمال تو میرا قصہ شوق محبوب کی بارگاہ میں سنا دے میرا قلب غم سے  
پگھل رہا ہے اور میرے جسم کا جو حال ہے وہ تجھے نظر آ ہی رہا ہے۔

(۲) یسیت خفتی بلانسانم دما و دمی علی السجام

انما رشوقی علی صراہم و لیس لی مینہ سواہ

میری پلکیں بغیر نیند کے رات گزارتی ہیں میرے آنسو چشم تر پر ہیں میری  
آتش شوق بھرا ہے ہی ہے اور میری کوئی آرزو محبوب کے علاوہ نہیں ہے۔

(۳) اغص بالہ مع فی بخار و صحتی فی ظلال ناری

فکیف اشکولی عداہ علی ما قد جنت یداہ



آنسوؤں کی کثرت کیا جو میری جان آگ کے درمیان ہے میں اس جو  
ہستم کا شکوہ کسی غیر سے کیسے کروں جو اس نے میرے اوپر روا رکھا ہے۔

(۴) اتنی رسولی بلا جو ایسے سلام والا خطاب  
فنا رسانی کا بدلہ نصیب اندری المقرار اُٹا ہو

میرا قصد بغیر جواب لئے اور اس کی جانب سے سلام و پیام کا تحفہ لئے بغیر  
واپس آگیا۔ میرا حال خود مجھ پر منکشف ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ قرار کیا ہوتا ہے  
نسلوہ عینی باقی زبانی کی ونگ تری  
(۵) نہیں دہی سوئی ہوا وہ تہی بخیر ان آراہ

اس سے دریافت کرو کہ اس نے میرے کس گناہ کی بادشاہی میں میرا قتل  
بنا کر دیا اور میرا زنا فاش کر دیا۔ میرا گناہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ میں اس سے  
محبت کرتا ہوں اور اس کے بیدار کے علاوہ میرا کوئی مسکن نہیں۔

(۶) اقوام شوقا اذابت لی کلاب حتی لا تمام  
ولوحدوی جبری بغیر لذیذ ذکرہ لثمت فاد

میں کوئے محبوب کے کتوں کو بھی دیکھتا ہوں تو فرما شوق میں کھڑا ہو جاتا ہوں  
میرا دشمن بھی میرے محبوب کے ذکر شیریں کرے تو میں اس کا سر جو م لوں

(۷) فلی غرام لہ وواثم بلا تمام ولا انقصام  
وونی فوادہ خیال وچہ تنور الکون من سلا

میری شہینگی دوا ہی ہے ختم ہونے والی نہیں ہے اور میرے دل میں ایک  
ایسے چہرے کا خیال ہے جس کی روشنی سے عالم کون و مکان جگمگا گیا۔

(۸) اَلِی مُتَی الصَّبْرِ فِی صَبْرٍ وَفِی بُکَاوٍ فِی نِیَابِجٍ

وَلَا اسْتِمَاعَ وَلَا اتْفَاتٍ لَا اعْتِدَارَ وَلَا اَنْتَابَ

میں کب تک غم میں رہتا، جیہٹا چسلا تار ہوں اور دوسری طرف سے استماع،  
اتفات، اعتذار اور انتباء کا معاملہ بالکل نہ ہو۔

(۱) اَلَا یَا عِبَّ ذَلِی دُمٌ فِی طَلَامِی فَاَنِّی لَا اَحُولُ عَنْ الْجَنِّ سَلَامِ

اے ملامت کرنے والے تو خوب ڈٹ کر مجھے ملامت کرے میں عشق و عاشقی  
بے باز آنے والا نہیں ہوں۔

(۲) فَجَعَلَنی سَا بَیْرَ مَا دُمْتُ حَیًّا وَ قَلْبِی بِاَیِّمِ الدِّمِیِّ مَعْ هَبَّ اَیِّمِ

جینٹک میں زندہ ہوں میری آنکھ انتظارِ دوست میں جاگتی رہے گی میرا  
قلب حیران اور آنسو جاری رہیں گے۔

(۳) فِیَا رَحِمَ الصَّبَا عَطْفًا وَ رَفَقًا اَلِی ذَاکَ اَکْثَرُ اَکْثَرِ بَلْعِ سَلَامِ

اے بادِ صبا نہایت محبت اور نرمی کے ساتھ اس کی بارگاہ میں میرا سلام  
پہونچا دے۔

وَقُلْ یَا اِبِلْ وَ تَرِی فِی بُوَاکُم مَضْنٰی شَہْرِی وَ اَیَّامِی وَ عَسَی



۱۰۔ یہ بھی کہہ دے کہ اے دوستو تمہارے عشق و خرق میں میرے سال ماہ اور

دن گذر رہے ہیں

(۵) حضرت بعد کم کا لعود جسمی علی ناپ و دمی فی استجمام  
میں تمہاری جدائی کے غم میں سوکھی لکڑی کے مانند ہو گیا ہوں میرا جسم آتش  
سوزاں پر ہے اور میری آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں۔

(۶) فان عدتم بوجہ صلی والیتام فایلا بالعنان وباللزام

اگر تم اپنی ملاقات سے شاد کام کرتے ہو تو فرمایا  
(۷) وان حبسہ تم علی فلی غیاث بیاب المصطفیٰ خیر الانام  
اور اگر تم بدستور سابق میرے اوپر جدائی کا ظلم و جور جاری رکھنا چاہتے  
ہو تو میں خیر الانام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب عالی پر  
فریاد کروں گا۔

(۸) والیہ تو جہی ولا استنادی وفیہ مظاہرۃ وبراہین صامی  
در اصل ان کی ذات عالی میری توجہ کا مرکز ہے اور وہی میرا سہارا ہے اور  
انہیں سے مجھے غرض ہے اور انہیں کا دامن میرے ہاتھ میں ہے۔

(۹) ومن لی بعد ما دہنت عظامی واستشدد البلاء وسواک حماکی  
اے سرکار رسالتاب میری ہڈیاں جب کہ کمزور ہو گئیں اور مجھ پر سخت  
بلاؤں کا ہجوم ہوا ایسے وقت میں میرا کون حامی ہے سوائے آپ کے۔

(۱۰) فان اکث ظالما عقلت ذنوبی فجتک سیدی ماحی الاثام  
 میں تے مانا کہ میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہوں اور میرے گناہ بہت  
 بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر آپ کی محبت بھی تو گنت ہوں کو مٹانے  
 والی ہے۔

(۱۱) فقد اعطیت بالم یعط خلق عاک صلوۃ، یکث بسلام  
 حضور! آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ عطا کیا گیا ہے جو اولین  
 و آخرین میں سے کسی کو نہیں دیا گیا۔ آپ (لاکھوں) درود و ادوار لاکھوں  
 سلام۔

مکتوب شاہ صاحب بنام مولانا کفایت اللہ مراد آبادی  
 مولوی صاحب عالی مراتب جمع حسنت مولوی حسنا عالی مراتب جمع حسنت

مولانا کفایت اللہ صلی مراد آبادی، ایک جید محنت گو عالم تھے، نسیم غلط و شریع منظم شاہ  
 ترمذی، اور نسیم حسنت و منظم و نصیحت و درود شریعت، نیز ایک دیوان لغتیار و چند رسائل شریع رسول  
 اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اردو زبان کے انداز ان کی تصنیفات میں سے ہیں۔ ان کے وفات ہوئی۔

درجہ بہت انکھواطر جلد منظم بحوالہ مہر جہاں تاب، جامع طور پر یہ مولانا کفایت صلی کے نام سے مشہور  
 (باقی اگلے صفحہ پر)



و مناقب مہربان فقراء و سلفہ اللہ تعالیٰ  
و مناقب مہربان فقراء و سلفہ اللہ تعالیٰ  
تکملہ سلامت رکھے اور تم پر پے پے  
برکات نازل فرمائے۔ بعد سلام و  
تحیہ اور بعد دعائے مخلصانہ واضح  
ہو کہ عنایت نامہ صحت شہادہ بڑی  
مدت کے بعد ہو چکا۔ تاخیر تحریر کے  
جو اسباب ہم نے اپنے خط میں تحریر

و مناقب مہربان فقراء و سلفہ اللہ  
تعالیٰ۔۔۔۔۔ و انما حق علیکم  
برکات بعد السلام و التحیہ و الادب  
الصافہ از کہ مکشوف خاطر صفا  
ذخائر بادکہ عنایت نامہ صحت  
شہادہ پس از وقوع فقرات طویل  
کہ اسباب آہنار خود در زیرہ کریمہ

د صفحہ گذشتہ کا بقیہ مائشہ میں کافی تخلص تھا۔ ۱۸۵۷ء مطابق سن ۱۲۷۳ھ میں انگریز نے بغاوت  
کے جرم میں ان کو پھانسی دی۔ تفصیلی حالات باوجود پیش کے معلوم نہ ہو سکے۔ یہ مکتوب بھرتے  
مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی حسنی مرحوم کے ذریعہ مغلوطات میں رکھے ہوئے ایک کاغذ سے نقل کر لیا تھا۔  
اس مکتوب کو جن جن اور کتب خانوں میں بھی موجود اخراجات شادی العزیز میں دیکھ چکا ہوں بہاؤ  
رشیدی کے مندرجات ختم کرنے کے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ اس کو بھی یہاں تبرکات عزیز  
میں شامل کر دوں۔۔۔۔۔ ابھی تھوڑا سا غلطیاں ہے کہ مولانا کھایت اللہ اور مولانا کھایت  
علی کا قیام آبادی انھیں علیحدہ علیحدہ دو شخصیتیں تو نہیں۔۔۔۔۔ اگرچہ صاحب بڑہتہ  
انھوں نے ہر جہاں تاب کے حوالے سے جو تحریر فرمایا ہے اس سے دونوں نام ایک ہی شخصیت کے  
معلوم ہوتے ہیں۔

تحریر فرمودہ اند و ازیں طرف  
نیز یہاں اسباب بعینہا  
صورت کھینچ گئے۔ وصول عزت  
شکول نمود۔ بدریافت نوید  
حافیت، کسب جمعیت کردہ۔  
حق تعالیٰ ہم مستمول حافیت و  
الغایم خود وارد یا ربی والہ  
الامجاد۔

کئے ہیں۔ اس طرف بھی باطل ایسے  
ہی اسباب تھے جو مانع تحریر بنے  
رہے، عافیت کی خوشخبری پاکر  
اطمینان ہوا حق تعالیٰ ہمیشہ ہم کو  
حافیت سے رکھے اور اپنے انعامات  
سے نوازے۔ بظہیر حضرت محمد مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وسلم و آل و اصحاب  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب میں اپنے  
ناساز مزاج کے احوال اور زیادتی  
و استحکام امر میں کے حالات اس  
بنادر قلم انداز کرتے ہوئے کہ ان کو  
پڑھ کر سوائے اس کے کہ دوستوں  
کے قلب کو صدمہ ہوا اور کچھ حاصل  
نہیں۔ اس پر قلم کی نگاہ کو مقصود  
اصلی کی ملت موڑتا ہوں یہاں  
من اروت ہلال شعبان کے وقت  
یہاں رہی ہیں، ابرقراط محیط تھا۔

تحریر احوال مزاج فساد امراض  
و تزیادہ اعراض و استحکام امر میں  
از اسبج کہ مورث ہلال قاطبہ  
میں و مشفقان است قلم  
اندا از ساختہ عنان اوجہ مستلم  
بصوب مقصود اصلی معطوف  
می نماید۔ مہربان من اوقت  
رودت ہلال شعبان تراکم و ابر  
سخت و غلیظ رودادہ بود لہذا



بست و ہنم رجب اتفاق  
 رویت ہلال شعبان در شام  
 آنروز ز جلی العموم ممکن نشد۔  
 تا ششم شعبان بحساب آنکہ  
 ماہ رجب سلخ و راست تقدیم  
 نمودند۔ من بعد بھنور بادشاہ  
 ثابت شد کہ غرہ شعبان ۲۰ روز  
 پنجشنبہ بود یعنی ماہ رجب بست  
 نہ روز شد یا بر سلخ نہ داشت۔  
 چنانچہ رسوم شب برات روز چہار  
 شنبہ در تمام شہر اتفاق افتاد  
 فقیر ہم بنا بر مزید تحقیق، شخصے را  
 نزد اللہ بندہ نام کنش دوزر کہ  
 بھنور بادشاہ شہادت او  
 گزشتہ بود فرستاد۔ ادا قرار  
 کرد کہ میں پچشم خود ہلال شعبان را  
 بشام چہار شنبہ دیدہ بودم۔  
 ۲۹ رجب کو شام کے وقت رویت  
 ہلال کا ہونا علی العموم ممکن نہ ہوا۔  
 ہر شعبان تک اس حساب سے کہ  
 ماہ رجب پورے تیس دن کا ہوا  
 تاریخ کا شمار کیا گیا۔ اس کے بعد  
 بادشاہ کے سامنے یہ بات ثابت  
 ہو گئی کہ رجب کا مہینہ ۲۹ دن کا  
 تھا۔ چنانچہ شب برات تمام شہر میں  
 بدھ کے دن کی گئی  
 فقیر نے بھی مزید تحقیق کے لئے ایک  
 شخص کو اللہ بندہ کنش دوزر کے پاس  
 بھیجا جس کی شہادت بھنور بادشاہ  
 گزری تھی، اس نے اقرار کیا کہ میں  
 نے پچشم خود ہلال شعبان بدھ کا  
 دن گزار کر شام کو دیکھا تھا۔  
 اسی زمانہ میں ایک شخص سکندر آباد  
 سے وارد ہوا اس نے برادر عزیز

و مقارنِ ایں حال شخصے دیگر  
 از دار و سکندر آباد نیز بحضور  
 برادر عزیز مولوی رفیع الدین  
 ہمیں نوع اقرار کرد و نصاب  
 شہادت بنگال پذیرفت اما  
 ہلالِ رمضان پس شامِ جمعہ مکشوف  
 و ظاہر و نمودار گشت و کسائیکہ  
 غرہ شعبان روزِ پنجشنبہ می گفتند  
 محلِ برتنامی شہر نمودند یعنی سیروز  
 کامل برآمد و کسائیکہ غسّہ  
 شعبان روزِ جمعہ قرار دادہ بود  
 موافقا اتفاقاً و ہم ماہ شعبان را  
 ناقص العدد اعتبار کردند —  
 غرضیکہ پر فرمود فریقِ فرستادہ  
 و خطا برکے متعین نشد —  
 بچوں پیشتر کار ہمیں ماہ بود و در  
 ہلالِ ارتقاء شہ مطلقاً شد دیگر  
 مولوی رفیع الدین کے سامنے ہی  
 اقرار کیا کہ میں نے بدھ کی شام  
 کو شعبان کا چاند دیکھا ہے، اس طرح  
 نصابِ شہادت کامل ہو گیا۔  
 پھر حالِ ہلالِ رمضان شامِ جمعہ کو  
 نمودار ہوا۔ جو لوگ غرہ شعبان  
 بروزِ پنجشنبہ کہتے تھے انھوں نے  
 شعبان کو تیسرا دن پر محمول کیا،  
 اور جو لوگ جنسریوں کی موافقت  
 میں غرہ شعبان روزِ جمعہ کو قرار  
 دیتے تھے انھوں نے ماہِ شعبان کو  
 ناقص العدد یعنی ۲۹ دن کا، اعتبار  
 کیا۔ غرضیکہ ہر دو فریق کا پردہ  
 ڈھکا رہا اور کسی کی خطا متعین  
 نہیں ہوئی۔ چونکہ زیادہ کام  
 اسی ماہ رمضان سے تھا اور  
 اس کے ہلال میں شہ مطلقاً اٹھ گیا



حاجت تفتیش حال شعبان فضول

نمود

اما جواب مسئلہ مرقوم پس بالجمل

فتویٰ بریں روایت است کہ

رویت ہر بلد ہر مردم دیگر بلد لازم

است ہر گاہ خبر رسد قضا نمایند

در قضاوی عالمگیری مینویسند

ولای ہونہ لا اختلاف للمطالع

فی ظاہر الروایۃ کنانی

قضاوی قاضی خاں علیہ

الفتویٰ .... وہ کہان یفتی

شمس الائمۃ الحلوانی

قالی نورانی اہل مغرب

ہلال رمضان یجب

الصوم علی اہل مشرق

کنانی الخلاصۃ

بعض فقہاء حنفیہ ہم موافقا للشافیہ

تھا اس لئے مال شعبان کی مزید

تحقیقات کرنی فضول بھی گئی۔

رہا جواب مسئلہ مرقوم کا پس اسکا

مدار اس روایت پر ہے کہ رویت

ہر شہر کی دوسرے شہر والوں پر

لازم ہوتی ہے۔۔۔۔۔ قضاوی

عالمگیری میں جو۔۔۔ اختلاف

مطالع کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ

قضاوی قاضی خاں میں ہے۔۔۔

اور اسی پر فتویٰ ہے شمس الائمۃ

حلوانی بھی یہی فتویٰ دیا کرتے

تھے۔۔۔ ان کا قول ہے کہ اگر اہل

مغرب رمضان کا چاند دیکھیں

تو اہل مشرق پر روزہ واجب

ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خلاصہ میں

مرقوم ہے۔ بعض فقہاء حنفیہ نے

شافیہ کی موافقت میں اختلاف

مطالع کا اعتبار کیا ہے اور کہا  
ہے کہ اگر مثلاً اہل دہلی رمضان کا  
چاند دیکھ لیں اور اس حساب سے  
روزہ رکھیں تو اہل مراد آباد اور  
اہل رامپور کو (جو مشرق میں ہیں)  
جنہوں نے چاند نہیں دیکھا اس  
حساب سے روزہ رکھنا لازم نہیں  
بلکہ ان کو اپنی رویت کافی ہے۔  
یہ بات ملحوظ رکھنا چاہیے کہ وہ  
شہر جس میں رویت پہلے ہوئی ہے  
جانب مغرب میں ہو اور وہ شہر جس  
میں رویت بعد کو ہوئی ہے جانب  
مشرق میں ہو۔ اسلئے کہ ہلال  
جانب مغرب میں ہوتا ہے لہذا یہ  
نہیں ہو سکتا کہ مغرب والے نہ  
دیکھیں اور مشرق والے دیکھ لیں  
دوسرے یہ کہ فاصلہ ہلال مغربی اور

اختلاف مطالعہ کا اعتبار کردہ  
اندوگفتہ کہ اگر اہل دہلی ہلال  
رمضان راہر سیند ویاں حنا  
روزہ گیرند اہل مراد آباد و  
رامپور را کہ ہلال ندیدہ باشد  
باں حساب روزہ گرفتن لازم  
نیست بلکہ ایشان را رویت  
خود کافیست لیکن ایں فتوہ  
ملاحظہ فرماید، داشت کہ بلد تعدد  
الرویت جانب مغرب باشد  
و بلد متاخر الرویت جانب  
مشرق باشد.....  
..... زیرا کہ ہلال  
جانب مغرب است پس ایں معنی  
ممکن نیست کہ مغربیاں دینند  
و شرقیاں مشاہدہ نمایند و ہم  
آنکہ فاصلہ در میان بلد مغربی و



بلد مشرقی بقدر تفاوت .....  
 باشد تا تفاوت افق بہم رسد  
 ہو ..... کہ تفاوت افق  
 ثابت ہو سکے بغیر اس شرط کے  
 و بدون اس شرط اختلاف  
 اختلاف بلاد کا اعتبار نہیں .....  
 بلکہ ان کا اعتبار نسبت قری  
 ..... مولوی رعایت علی خاں  
 وقصبات ہر شہر بالا جماع تابع  
 آں شہر اند ..... صحیفہ شریفہ  
 مولوی رعایت علی خاں  
 بنام نامی آں مہربان درو  
 طرف سے بھی ان کو کمالِ اخلاص  
 باید از طرف فقیر ہم کمالِ اخلاص  
 دلی سلام و دعا نکھدینا —  
 والسلام علیکم۔  
 دلی سلام و دعا باید آورو۔  
 والسلام علیکم

## اختلاف مطالع

رویت کمال کے سلسلے میں اختلاف مطالع کا مسئلہ ایک اہم اور قابل غور  
 مسئلہ ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس مسئلے پر اپنے مکتوب گرامی کے اندر  
 اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اس مکتوب کا ایک جملہ بڑھا نہیں گیا۔  
 اور ایک دو جملے قصداً حذف کر دیئے تاکہ ناظرین کو اصل مسئلہ سمجھنے میں دقت

۲۴ تا ۲۵  
حضرت مولانا عبدالحی فرنگی مہلی نے اس مسئلہ پر اپنے فتاویٰ میں  
کئی جگہ تفصیلی بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ عبدالحی جلد اول ۲۴ تا ۲۵

۲۴ تا ۲۵  
مولانا فرنگی مہلی کے ایک جواب کا کچھ حصہ فارسی سے اردو میں ترجمہ کر کے  
یہاں پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں

اختلاف مطالع کے بارے میں فقہاء حنفیہ چند اقوال پر مختلف ہیں۔  
بعض کا قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے اور ایک شہر کی رویت کا اعتبار دوسرے  
شہر میں نہیں ہوتا بلکہ ہر شہر کی رویت اسی شہر کے لئے معتبر ہے اور اکثر مشائخ حنفیہ  
کے نزدیک ظاہر روایت کی رو سے اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ہے۔ پس  
ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لئے اگرچہ دونوں کے درمیان فاصلہ کثیری کیوں  
نہ ہو۔ معتبر ہوگی۔ بشرطیکہ ثبوت شرعی بہم پہنچ جائے لیکن محققین حنفیہ کے  
کے ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ وہ دو شہر جو حسب قواعد علم ہیئت اختلاف مطالع  
رکھتے ہیں یعنی ایک ماہ کی رپ بدل ہمسافرت رکھتے ہوں ان میں ایک جگہ کی  
رویت دوسری جگہ کے لئے معتبر نہ ہوگی اس سے کم فاصلے میں معتبر ہوگی۔ (مجموعہ  
فتاویٰ عبدالحی جلد اول ص ۲۴)

مجموعہ فتاویٰ مفتی محمد سہول بھاکشوری قلمی میں ایک فتویٰ حکیم الامت  
حضرت مولانا تھانویؒ کا اختلاف مطالع کے سلسلے میں درج ہے اس میں اکثر



مشائخ حنفیہ کے اس قول کو جو ظاہر روایت کے پیش نظر ہے بدل طریقے سے  
 قوت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مولانا ناصر حسن دیوبندی اور مفتی محمد سہول صاحب  
 بھگلپوری کی اس فتویٰ پر تائید و تصویب ہے۔

مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ نے اپنے  
 رسالے ”ریت ہلال رمضان وعید“ میں دو رجحانوں کے شبہات و اعتراضات  
 کو پیش نظر رکھتے ہوئے عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ صحت سے صحت تک اس مسئلے  
 پر صیر حاصل بحث کی ہے اور آخر میں حضرت مولانا فاضل علیؒ کے اس فتویٰ کا حوالہ دیتے  
 ہوئے رجحان پر نقل کیا گیا ہے۔ اور علامہ زبلی شارجہ کنز کا قول نقل کرتے  
 ہوئے جس میں ممالک بعیدہ اور فاصلہ کثیرہ کا لحاظ رکھا گیا ہے حضرت مولانا  
 سید محمد انور شاہ محدث کشمیریؒ کا یہ قول درج کیا ہے۔ ”واقعہ یہ ہے کہ علامہ  
 زبلی کا قول ہی تسلیم کرنا ضروری ہے اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔“

مکتوب گرامی بنام سید امیر حیدر حسینی بگرامی  
 (دور بارہ امتیاز و اختصاص حجۃ اللہ البالغہ)

کتاب الحجۃ اللہ البالغۃ النبی شی	حجۃ اللہ البالغہ بقیۃ المحدثین شاہ
عقدۃ تصانیف بقیۃ المحدثین	ولی اللہ دہلوی کی علم اسرار حدیث میں
الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی علم	بہترین تصنیف ہے اس علم کا مذکور ہے

اسرار الحدیث و لم یشکل فی  
 هذا العلم احد قبلہ علی هذا  
 الوجه من تأصيل الاصول و  
 تفريع الفروع و تمهید  
 المقدمات و المبادئ استتاج  
 المقاصد منها الى المحلیس و  
 النادی و انما يستتم فحوات  
 قليلة من هذا العلم فی  
 کتاب الاحیاء للغزالی و کتاب  
 القواعد الکبریٰ للشیخ عز  
 الدین عبد السلام المقدسی  
 و ربما یوجد بعض فوائدها  
 العلم فی مواضع من الفتوحات  
 المکیة للشیخ الا کبر و الکبریة  
 الاحمر للشیخ ابن عربی و کذا  
 فی مولفات تلمیذ الشیخ  
 الکبیر صدر الدین القونوی

پہلے کسی نے اس انداز سے کلام نہیں  
 کیا۔ اس کتاب میں تاویل اصول،  
 تفریع فروع، تمہید مقدمات و مبادی  
 اور پھر مقاصد کا استتاج و استخراج  
 سب کچھ پایا جاتا ہے۔ اس علم کی کچھ خوب  
 نام غزالی کی احیاء العلوم میں اور شیخ  
 عز الدین بن عبد السلام مقدسی کی کتاب  
 قواعد کبریٰ میں پائی جاتی ہے۔ علم  
 اسرار حدیث کے کچھ فوائد شیخ اکبر  
 کی فتوحات مکیہ اور کبریہ میں نیز  
 شیخ اکبر کے شاگرد شیخ کبیر —  
 صدر الدین قونوی قدس اللہ سرہما  
 کی تالیفات میں چند مواضع میں پائے  
 جاتے ہیں جن کو شیخ عبد الوہاب  
 شعرائی نے کتاب المیزان میں جمع کر  
 دیا ہے



قلاس اللہ سرھما وحتل  
جمعہ الشیخ عبد الوہاب  
الشحرانی فی کتاب المیزان

۱۔ یہ مکتوب گرامی کتاب حجۃ اللہ الباقی دکتب خانہ دارالعلوم دیوبند نمبر ۵، ۴ کے اول  
ورق پر درج ہے۔ میں نے نقل کیا گیا ہے۔ مکتوب کے آخر میں یہ عبارت ہے جو مکتوب الیہ کے قلم کی  
نکلی ہوئی ہے۔ بقا مکتوب مولانا شاہ عبد العزیز ابن ایشاہ ولی اللہ للعبد الاحقر امیر حیدری بگرامی  
فی صحیفہ محررہ فی اکادمی والعشرین من ذی القعدہ ۱۲۱۳ھ۔ یعنی یہ مکتوب حضرت شاہ  
عبد العزیز مجید الحق امیر حیدری بگرامی کے نام ہے جو ۲۱ ذی قعدہ ۱۲۱۳ھ کو تحریر فرمایا گیا ہے  
ترتیب الخواطر جلد ہفتم میں مکتوب الیہ کا تذکرہ درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ المغنی امیر حیدر بن  
نور الحسن بن غلام علی آئینی الہوا سلی اس بگرامی۔ مشہور علماء میں سے ہیں ۱۱۶۵ھ میں پیدا ہوئے  
بعض کتب درسیا نے وطن میں سید محمد بن عبد الحلیل بگرامی سے پھر اپنے دادا علاء غلام علی آزاد  
بگرامی کے پاس اوزنگ آباد پہنچ کر اور ان کے زیر تربیت رہ کر تمام کتب درسیہ شیخ  
نور الہدیٰ بن قمر الدین حسینی اورنگ آبادی سے پڑھیں۔ فن طب کی تحصیل حکیم عبد السلام دہلوی  
سے کی بعد کلکتہ چلے گئے وہاں منصب اقامت پر سولہ برس تک فائز رہے پھر اپنے وطن بگرام کا  
اشتیاق ہوا تو ایشاہ سے سفر میں مرشد آباد پہنچ کر انتقال فرمایا۔ انتقال ۱۲۱۷ھ جو آپ کی  
چند تصنیفات بھی ہیں۔



## کتاب سے متعلق چند ضروری باتیں

(۱) کتاب کے ابتدائی تصنیفات میں سر الشہادۃین کے متعلق غلطی سے تصنیف شاہ صاحبؒ ہونے میں شبہ ظاہر کیا گیا ہے، بعد میں یہ تحقیق ہوئی کہ یہ کتاب حضرت شاہ صاحبؒ ہی کی ہے براجموت یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے شاگرد رشید مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی ثم کانپوری نے اپنے استاد کی تصنیف کی حیثیت سے اس کی شرح تحریر الشہادۃین لکھی ہے جو شائع ہو چکی ہے۔

(۲) تصانیف شاہ صاحبؒ کے ضمن میں اصول و اجوبہ مرتبہ حاجی رفیع الدین مراد آبادی کا ذکر آیا ہے۔ اس حیثیت سے کہ یہ شاہ صاحبؒ کے جوابات ہیں اس کو ان کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ یہ کتاب کئی کتب خانوں میں موجود ہے۔ اور اس میں دیگر فتاویٰ، مکتوبات وغیرہ بھی شامل کر لئے گئے ہیں۔ اب چاہے اس کو اصول و اجوبہ کہہ لیجئے یا افادات عزیز یہ۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ فتاویٰ عبد العزیز کو اسی قسم کے مجموعوں سے مرثب کیا گیا ہے۔ ایک صاحب نے معارف میں ایک مضمون کے ضمن میں یہ انکشاف کیا ہے کہ میں نے اس کتاب کا نام اصول و اجوبہ بتانے میں غلطی کی ہے اسکا اصل نام افادات عزیز ہے۔ اس کے جواب میں اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ انوار العارفین مؤلفہ صوفی محمد حسین مراد آبادی میں ذکر حاجی رفیع الدین مکتوبے ہوئے اس کتاب کا نام اصول و اجوبہ ہی لکھا ہے۔ بعد میں خود حاجی صاحب نے یا ان کے بعد والوں نے اس میں اضافے کئے، تو



اس کا نام افاداتِ عزیز پڑ گیا ہوگا۔ غرض کہ افاداتِ عزیز کا نام کی نہ جا ہی  
رفیع الدین مراد آبادی کی کوئی کتاب ہے اور نہ حضرت شاہ صاحب کی کوئی مستقل  
تصنیف ہے۔

(۳) بیاض رشیدی میں ایک مکتوب حضرت شاہ اہل اللہ کا وہ ہے جس کو  
آٹا رالصنادید میں قلعی سے حضرت شاہ عبدالعزیز کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔  
سر سید احمد خاں مرحوم نے اس مکتوب کے درج کرنے سے پہلے لکھا ہے۔  
"اگرچہ وہ شرعی ہیں کو آپ نے رشاہ عبدالعزیز نے، دل لگا کر لکھا ہوگا  
کو دستیاب نہیں ہوئی مگر دو چار رقعے جو آپ نے قلم برداشت نہایت سرسری  
طور پر لکھ دیئے تھے ہاتھ لگے ان میں سے ایک رقعہ تمنا لکھ دیا ہوں۔  
د آٹا رالصنادید صفحہ ۵۲۱ و ۵۲۲ جدید ایڈیشن با متمام سنٹرل بک ڈپو اردو بازار دہلی،  
اس کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز کا سمجھ کر وہ مکتوب یا رقعہ درج ہی جو بیاض  
رشیدی کی رو سے حضرت شاہ اہل اللہ کا ہے۔

(۴) بیاض رشیدی کے مندرجات میں کئی تحریریں وہ ہیں جو فتاویٰ عبدالعزیز  
دمطبوہہ میں بھی ہیں مطبوعہ فتاویٰ میں سائلین کے نام درج نہیں ہیں مرتب نے  
شاید قصداً ایسا کیا ہے بہتر یہ تھا کہ سوال کے ساتھ ساتھ مستفتی کا نام بھی درج  
کیا جاتا۔

حضرت شاہ صاحب سے سوال کرنے والے بعض بہت ہی اہم شخصیت رکھتے



ہیں۔ میں یہاں چند ناموں کی نشان دہی کرتا ہوں۔  
 (الف) فتاویٰ جلد دوم ص ۳۹، ۳۸ پر ایک تحقیق کیا غلطی کی قرا ہے  
 متعلق درج ہے جو ایک اہم اور معرکہ الارا تحقیق ہے مگر مطبوعہ فتاویٰ سے یہ نہیں  
 معلوم ہوتا کہ یہ سوال کس نے کیا تھا۔ بیاض رشیدی سے معلوم ہوا کہ قاضی محمد علی  
 تھانوی مؤلف کثافت اصطلاحات الفنون نے یہ سوال کیا تھا۔  
 (ب) فتاویٰ جلد دوم ص ۱۲۲ پر وضع میزان در محشر سے متعلق ایک تحقیق ہے۔  
 بیاض رشیدی سے معلوم ہوا کہ حاجی رفیع الدین مراد آبادی کے سوال کے جواب میں  
 یہ تحقیق ہے۔

(ج) فتاویٰ جلد دوم ص ۲۳ پر حکم آراضی مدد معاش تحریر ہے۔ بیاض رشیدی  
 کی رو سے اس سوال کو قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھ کر بھیجا تھا اس کے جواب میں  
 ارقام فرمایا گیا ہے۔

(د) فتاویٰ جلد دوم ص ۸۹، ۸۸ پر بدت خلافت سے متعلق ایک تحقیق ہے۔ بیاض  
 رشیدی سے معلوم ہوا کہ یہ تحقیق بھی قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے جواب میں تحریر فرمائی  
 گئی ہے۔





# کیا آپ کو کسی دینی کتاب کی ضرورت ہے؟

— ہمارے جہاں اپنی تعلیمات کے علاوہ دین و ایمان کے اکثر لوگ  
 دین کی دینی اہمیت پر غور نہیں کرتے اور نہ ہی دین کی کسی بھی  
 کتاب کی ضرورت پر غور کرتے ہیں۔

اسی علم و بات اور پروانہ دین کی ضرورت سے واقفیت کے لیے  
 ۲/۱۰ کے نام پر ایک نئی ضرورت کتاب طلب فرامیں۔  
 جس سے حضرات کے لیے سفوف شریعت کی پیش ہے

۱۰۰ روپے

افغانستان پبلشرز اور ڈسٹریبیوٹرز  
 نظیر آباد لکھنؤ

Only Cover printed at : CLASSIC PRINTERS  
 Near Kaiserbagh Kotwali, Khayaliganj, Lko.